امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ

شریعت

جلد 8 مارچ 2019ء بمطابق رجب المرجب 1440ھ شمارہ 1

امارت اسلامیہ کی بڑی فتح،
کٹھ پتلیوں کی چیخ وپکار اور آقا کی بے توجہی

ملا محمد عُمر مجاھد کے آخری ایام

ماسکو کانفرنس کے ضمنی اثرات

ماسکو اجلاس کا پیغام

اشرف غنی مذاکرات سے پریشان

شاھی کوٹ سے شوراب تک

امریکا جہاد کی برکت سے ھارا

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن عبیدة الملیکی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : یااهل القرآن لاتتوسدواالقرآن واتلوه حق تلاوته من آناء الیل والنهار وافشوه وتغنوه وتدبروافیه لعلکم تفلحون ولاتعجلواثوابه فان له ثواباً۔ [رواه البیهقی فی شعب الایمان]

ترجمہ:

سیدنا عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے قرآن والو! قرآن کو اپنا تکیہ اور سہارا نہ بناؤ ،بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، اوراس کو پھیلاؤ اوراس کو دلچسپی سے اور مزہ لے لے کر پڑھا کرو اوراس میں تدبر کرو، امید رکھو کہ تم اس سے فلاح پاجاؤ گے، اوراس کا عاجل معاوضہ لینے کی فکر نہ کرو ،اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا عظیم ثواب اور معاوضہ [اپنے وقت پر] ملنے والا ہے۔[شعب الایمان للبیہقی]

فرمان امیرالمومنین شیخ هبة الله اخندزاده حفظه الله

اپنے دین اور سرزمین کے دفاع کی خاطر استعمار کے خلاف جدوجہد اور مزاحمت کی قیادت امارت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔ الحمدللہ! امارت اسلامیہ عسکری، سیاسی اور انتظامی لحاظ سے جنگ کو سنبھالنے کی اچھی صلاحیت کی حامل ہے۔ یہ خطے کے ہمسایہ ممالک کے حوالے سے ایک معتدل پالیسی رکھتی ہے۔ حتی کہ امریکا اور نیٹو تک نے اعتراف کیا ہے کہ افغانستان کے نصف سے زائد رقبے پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے۔ جنگی تناظر میں اس نمایاں خصوصیت کی موجودگی میں امریکا افغانستان سے انخلا کر جائے تو ہم یہاں امریکا سمیت تمام دنیا کو بدامنی کے سدباب اور امن و امان برقرار رکھنے کی ضمانت دے سکتے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد۸/ مارچ ۲۰۱۹/ رجب ۱۴۴۰ / شمارہ ۱

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی
اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز
سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے
سالانہ 500 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر
بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’ماہنامہ شریعت‘ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی ’میڈیا و ثقافتی کمیشن‘ کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

امارت اسلامیہ کی بڑی فتح، کٹھ پتلیوں کی چیخ و پکار اور آقا کی بے توجہی	2
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے نام امارت اسلامیہ کا تعزیتی پیغام	3
جہاد کے ثمرات کا تحفظ چاہیے	4
مسلمانوں سے دشمنی چین کے مفاد میں نہیں	6
رواداری اور مکالمے کے نئے دور کا آغاز کریں	8
سعودیہ کا ایک اور تکلیف دہ اقدام	10
کیمپ بیشن پر حملہ اور کٹھ پتلی نعرے	11
شوراب کا جہادی معجزہ	13
مارچ میں مجاہدین کی فتوحات	14
شاہی کوٹ سے شوراب تک	15
امریکا جہاد کی برکت سے ہارا	16
اشرف غنی افغان تاریخ کا مجرم	17
ماسکو اجلاس کا پیغام	19
طالبان کی سیاسی و عسکری فوقیت	20
ملا محمد عمر کے آخری ایام	21
آزادیِ اظہار رائے	22
اشرف غنی کی چنگیزیت	24
امریکا افغان حقائق پر غور کرے	25
افغان قوم متحد ہو جائے	26
امریکی شکست نوشتہ دیوار	27
ٹرمپ کا درست فیصلہ	28
اشرف غنی مذاکرات سے پریشان	29
شوراب حملہ فوری ردعمل	31
کانگریس میں افغان جنگ کی مخالفت	32
ماسکو کانفرنس کے ضمنی اثرات	33
کابل انتظامیہ کے خیالی پلاؤ	34
ملا اختر محمد منصور کیوں شہید کیے گئے؟	35
کابل انتظامیہ امریکی انخلا کی مخالف	36
کمیونزم کے جرائم پر ایک نظر	37
طالبان کی عدالتی سرگرمیاں	40
جنگی جرائم (فروری)	41
افغانستان فروری 2019 میں	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

امارت اسلامیہ کی بڑی فتح، کٹھ پتلیوں کی چیخ وپکار اور آقا کی بے توجہی

گزشتہ کئی ماہ سے امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان ہونے والے مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے جس کی آخری اور طویل نشست قطر کے دارالحکومت دوحہ میں مکمل ہوئی۔ مذاکرات کی یہ نشست فروری کی 25 تاریخ کو شروع ہو کر 12 مارچ کو اختتام پذیر ہوئی۔ اس طویل تر نشست میں ان دو اہم باتوں پر بات چیت ہوئی جن پر پچھلی نشست میں دونوں متفق ہوئے تھے ایک تمام امریکی فوج کا افغانستان سے خروج اور دوسرا سرزمین افغانستان سے دیگر ممالک بشمول امریکہ کو خطرہ اور ضرر نہ پہنچنے کی یقین دہانی۔ دونوں اطراف سے تقریبا اس پر اتفاق رائے ہو چکا ہے بات صرف معاہدہ کو حتمی شکل دینے اور دستخط کرنے پر رکی ہوئی ہے۔

اب یہ کہ تمام بیرونی افواج افغانستان سے کیسے اور کتنے وقت میں نکلیں گی؟ اور آئندہ افغانستان کی طرف سے ضرر پہنچے سے امریکہ اور اس کے اتحادی کیسے مطمئن ہوں گے؟ ان دونوں باتوں پر کافی حد تک پیش رفت ہوئی ہے، اب دونوں فریق اس پر مزید غور کریں گے، اپنی قیادت کے سامنے پیش کریں گے اور آئندہ ہونے والی نشست میں اس کو حتمی شکل دی جائے گی۔

غور کیا جائے تو قابض طاقتوں کے ناپاک وجود سے وطن عزیز کو آزادی دلانے، افغان قوم اور مسلمان ملت کی امیدوں کے عین مطابق یہاں ایک آزاد اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔ 18 برس قبل امارت اسلامیہ نے بار بار افغانستان پر حملے کے امریکی بہانے کو ختم کرنے کے لئے امریکہ کو مذاکرات کی دعوت دی لیکن اپنی طاقت ودولت پر مست امریکہ نے ان کی بات کو درخور اعتنانہ سمجھا اور نہ مادی لحاظ سے کمزور افغانوں کو اس قابل سمجھا کہ ان کے ساتھ چند منٹ کے لئے مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائے۔

لیکن اب جب کہ افغانوں کی جدوجہد اور مقدس جہاد کی برکت سے امریکہ اور اس کے اتحادی شکست کھا گئے اور ان کے تکبر وغرور کے بلند وبانگ مینار زمین بوس ہو گئے تو وہ خود امارت اسلامیہ سے مذاکرات کی درخواستیں کر رہا ہے اور بڑی عاجزی سے افغانستان سے نکلنے کے لئے پرامن راستے کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ وہی امریکہ جو اٹھارہ برس قبل 16 منٹ کے لئے بھی امارت اسلامیہ کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار نہیں تھا آج اس کے اعلیٰ پائے کے حکومتی اہلکار 16 دن تک امارت اسلامیہ کے نمائندوں کے سامنے نہایت توجہ اور انہماک کے ساتھ بیٹھ کر ان کی بات سنتے ہیں، ان سے پرامن راستہ مانگتے ہیں اور تسلی چاہتے ہیں کہ افغانستان سے امریکہ پر حملہ نہیں ہوگا۔

یہ افغان قوم اور پوری امت مسلمہ کے لئے بڑی خوشی اور شکر کا مقام ہے کہ وہ امریکہ جسے دنیا کی سپر طاقت سمجھا جاتا ہے، دنیا کے تمام تر فیصلوں کا خود کو مختار سمجھتا ہے، اپنی مادی طاقت پر بے حد مغرور ہے اور اپنی تاریخ میں کبھی اس نے بڑے بڑے مسائل کے حل کے لئے اپنے دشمن کے ساتھ اتنے طویل مذاکرات نہیں کئے۔ لیکن افغانوں کی مقدس جہاد کی برکت سے امریکہ اپنی تاریخ کی بدترین شکست سے دوچار ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ اب وہ دشمن کے ساتھ اپنی تاریخ کے اتنے طویل ترین مذاکرات پر بھی امادہ ہوا ہے جس کی کبھی اس نے ضرورت محسوس نہیں کی۔

صد آفرین افغانستان کے اس غریب ملا پر جس نے پہلے تو امریکہ کو 18 برس تک جنگ میں مصروف رکھا اور پوری دنیا کے سامنے رسوا کیا اور اس کے رعب اور دبدبہ کو مٹی میں ملا دیا اور پھر پورے 16 دن تک اپنے سامنے بیٹھنے پر مجبور کر کے اپنے سیاسی برتری ثابت کر دی۔ اسی لئے اب پوری دنیا یہ اعتراف کر رہی ہے کہ عسکری میدان میں برتری کے بعد یہ سیاسی میدان میں امارت اسلامیہ کے لئے بڑی کامیابی ہے۔

اب جبکہ افغان قوم اور پوری ملت اسلامیہ امریکہ کی ذلت آمیز شکست، امارت اسلامیہ کی پیش رفت اور سیاسی میدان میں اس تاریخی فتح پر خوشی کا اظہار کر رہے ہے تو کابل ادارے کے برائے نام مفکرین، حب جاہ کے مریض اور مادہ پرست حکمرانوں کو اپنی کرسی اور مفاد خطرے میں دیکھ کر جلن ہو رہی ہے اس لئے حواس باختہ ہو کر دیوانوں کی طرح انتہائی نامعقول اور بے شرمی کی انداز میں صلح کی مخالفت کر رہے ہیں، دنیا کے سامنے اپنی ذلت ورسوائی کا سامان کر رہے ہیں، کابل ادارے کے کٹھ پتلی حکمران اشرف غنی اپنے آقا ٹرمپ کو خطوط لکھتا ہے اور بڑی عاجزی سے درخواست کرتا ہے کہ اپنی تمام فوجیں افغانستان سے نہ نکالیں بلکہ کچھ نہ کچھ یہاں باقی ضرور چھوڑ دیں، لیکن ٹرمپ نے اپنے غلام اور اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔

کابل ادارے کے مکار حکمرانوں نے جب اپنی بے عزتی اور آقا کی نظروں میں گراوٹ محسوس کی تو انہوں نے چیخ چیخ کر پوری دنیا کو پکارا، بڑی مکر سے پڑوسی اور خطے کے دیگر ممالک کے دروازے کھٹکٹائے کہ طالبان کے ساتھ ہونے والے مذاکرات میں ہمیں بھی شامل کر لیا جائے، امریکہ نے بھی مذاکراتی عمل میں ان کی شمولیت پر اصرار کیا لیکن صد آفرین ہے امارت اسلامیہ کی استقامت پر کہ وہ اپنے موقف پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہے اور اپنی کامیاب ڈپلومیسی کی بدولت افغان قوم کے دشمنوں کی تمام تر امیدیں اور منصوبے خاک میں ملا دیئے، پوری دنیا میں مزید بے عزتی کرائی اور کٹھ پتلیوں کی اصلیت اور مرتبہ دنیا کے سامنے خوب واضح کر دیا ہے

جب کٹھ پتلی حکمرانوں نے دیکھا کہ مذاکرات روکنے اور اس میں رکاوٹیں ڈالنے کے تمام راستے بند ہو گئے، انہیں کچھ حاصل نہ ہوا اور ان کی حیثیت خاک میں مل گئی تو انہوں حواس باختہ ہو کر اپنی چادر سے پاؤں نکال دیئے اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر قدم اٹھاتے ہوئے سیکورٹی امور میں اشرف غنی کے مشیر حمداللہ محب کو مذاکراتی عمل میں رکاوٹ ڈالنے اور ٹرمپ اور دیگر سیاسی رہنماؤں کو بداعتماد کرنے امریکہ بھیج دیا۔ کرسی اقتدار کی خاطر باؤلے حمداللہ نے جاتے ہی مذاکرات کے لئے امریکی نمائندے زلمے خلیل زاد پر اعتراضات شروع کر دیئے کہ زلمے خلیل زاد صلح اور مذاکرات کی آڑ میں اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ امریکیوں کے ہاں اب اپنے کاسہ لیسوں کی حیثیت مشین کے ایک بے کار پرزے کے علاوہ کچھ نہیں اس لئے امریکہ نے اعتراضات کے جواب میں حمداللہ کے ساتھ بھی بے کار پرزے جیسا ہی سلوک کیا، امریکہ نے تمام ڈپلومیٹک اصولوں اور اداب سے ہٹ کر حمداللہ محب کو امریکہ میں وزارت خارجہ کے حوالہ کر دیا۔ اس کی تمام تر گفتگو رد کر دی اور سمجھا دیا کہ تم امریکہ کے غلام ہو۔ غلام کی حیثیت سے رہو اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر کام نہ کرو، غلام کو یہ حق ہرگز نہیں کہ وہ اپنے آقا کے فیصلوں میں ٹانگ اڑائے یا اپنے آقا کی رہنمائی کرتا پھرے۔ امریکیوں نے محب کی اس انٹرنیشنل بے عزتی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسے بہت جلد امریکہ سے نکلنے کا حکم دیا اور آئندہ امریکہ کی طرف دیکھنے سے بھی منع کیا۔

بجائے اس کے کہ کابل کا کٹھ پتلی ادارہ حمداللہ محب کی بے عزتی پر نوٹس لے کر امریکہ کو شکایت کرتا یا کابل میں موجود امریکی سفیر کے سامنے اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتا، اس نے حمداللہ کو یہ کہہ کر کوسنا شروع کر دیا کہ تیری غیر ذمہ دارانہ باتوں کی وجہ سے ہی یہ سب ہوا ہے اور ممکن ہے کہ اسے اب عہدے سے بھی ہٹایا جائے۔

یہ ایک مسلم بات ہے کہ امریکہ کی کتاب میں غلام کے ساتھ وفا نہیں۔ یہی اس کی تاریخ اور سرشت ہے، اس نے جب بھی اپنے غلاموں سے کام لیا ہے تو انہیں بے یار ومددگار چھوڑ دیا ہے، بہت جلد کابل ادارے کے ساتھ بھی یہی ہونے والا ہے، عنقریب انہیں دھتکار دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ تم نے ہمارے اربوں ڈالر ضائع کئے، تم انتہائی نالائق لوگ ہو، دوستی کے لائق نہیں آئندہ امریکہ کی طرف دیکھنا بھی مت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم و معظم جناب مولینا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالی!

بہت المناک اطلاع موصول ہوئی کہ جمعہ کے روز کراچی شہر میں چند نامعلوم اسلام دشمن عناصر کی جانب سے آپ پر ایک بزدلانہ اور سفاکانہ حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں آپ کے دو ساتھی شہید ہوئے۔(اناللہ وانآالیہ راجعون)اور للہ الحمد آپ کو اللہ تعالی کی فضل و برکت سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچااور آپ بعافیت اور سلامت رہے۔

امارت اسلامیہ کی قیادت اس بزدلانہ اور سفاکانہ حملے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور اس کے عاملین کے لیے دنیاو آخرت میں رسوائی اور خجالت چاہتی ہے۔

اس حال میں کہ ہم آپ جناب کے شاندار علمی خدمات اور کارناموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں،ان کے بدلے اللہ تعالی سے دنیااور آخرت میں اجر کے خواہاں ہیں اور اسلامی علوم کی مزید اشاعت کے لیے آپ کے صحت اور عمر میں برکت کی دعا کرتے ہیں اور اس دردناک اور نازک موقع پر آپ سے تمام خلوص اور محبت کیساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور ہر قسم کی خدمت کا اطمینان دلاتے ہیں۔اللہ تعالی آپ کے عالمانہ اور فاضلانہ سائے کو ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے.....رحمن ورحیم رب آپ کا حامی وناصر ہو۔

والسلام

امارت اسلامیہ افغانستان

17/رجب المرجب 1440ھ بمطابق 24/مارچ 2019ء/

ملا عبدالسلام ضعیف

جہاد کے ثمرات کا تحفظ چاہیے

طالبان کے لیے اس باغ کی حفاظت اور نگرانی مزید مشکل ہو جائے گی، جس کے ثمرات اب آ رہے ہیں۔ میں طالبان کے سیاسی موقف کو تسلیم یا اس پر تنقید کی کوشش ہرگز نہیں کروں گا۔ کیوں کہ مجھے طالبان کے سیاسی امور میں دخل اندازی کا حق نہیں ہے۔ میں اس زندگی کے حساس مرحلے میں کس طریقے سے رواں دواں کارواں کے سیاسی فیصلوں کا حصہ ہوں اور نہ ہی مجھے طالبان کی پالیسیوں کا علم ہے۔ تاہم یہ جانتا ہوں کہ یہ طویل جدوجہد واقعی بہت مشکل اور پیچیدہ تھی۔ اس پر قابو پانا آسان کام نہیں ہے۔ میں اس قافلے کے ایک سابق رکن کی حیثیت سے وطن سے ہمدردی اور امن کے ایک حامی کے طور پر ملک اور عوام کے لیے اچھی نیت کے ساتھ یہ ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ کم از کم خیر کی جس بات کا ادراک میں کر سکتا ہوں یا جس کا تجربہ رکھتا ہوں، ذمہ داری کے ساتھ پیش کروں۔ اگر کوئی چاہتا ہے تو میں اپنے علم، تجربے اور معلومات کے مطابق خیر کا مشورہ دے سکتا ہوں۔

میں ایک مسلمان اور افغان کی حیثیت سے چاہتا اور توقع رکھتا ہوں کہ حقیقی امن دیکھوں۔ اس کے لیے میرا نکتہ نظر اور حل درج ذیل ہے:

> طالبان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہوگی کہ بہت عقل مندی کے ساتھ قابض فوج کا انخلا بھی یقینی بنائیں اور مظلوم افغانوں کی یہ خونریزی بھی بند ہو جائے۔ اگر اس ہدف تک تحمل اور حکمت کے ساتھ پہنچ گئے تو نہ صرف اپنی طویل اور مشکل ترین جدوجہد کے ثمرات حاصل کر لیے جائیں گے، بلکہ تاریخی شہرت اور مقبولیت بھی ہمیشہ کے لیے حاصل ہوگی۔ ہم پر امن، خوش حال اور آزاد افغانستان کے لیے پرامید ہیں۔

'امریکا کی قیادت میں مغربی قوتوں نے 2001 میں افغانستان پر ایک جھوٹے دعوے کی بنیاد پر حملہ کر کے امارت اسلامیہ کا نظام گرایا۔ اس کے بعد جنگ کا نیا دور شروع ہوا۔ اس جنگ کے شعلے آج تک بلند ہو رہے ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اس لیے ضروری ہے اعتماد، احتساب اور مضبوط ضمانت کے ساتھ یہ سلسلہ بند کر دیا جائے۔ جب تک یہ مرحلہ مثبت سمت کی طرف آگے بڑھے گا، کوئی بھی ان کوششوں کی کامیابی اور مثبت نتائج کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس سلسلے میں طالبان اور امریکا کے درمیان براہ راست مذاکرات کے مثبت نتائج حاصل کرنے کے لیے اعتماد کی فضا قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ طالبان کا حق ہے کہ مستقبل کے لیے عدم مداخلت، حائل رکاوٹوں کو دور کرنے، سیاسی ایڈریس کو یقینی بنانے اور قومی اقدار کے بارے اعتماد حاصل کریں۔ اس کے بعد بھرپور اعتماد اور طاقت کے ساتھ دوسرے مرحلے میں داخل ہو جائیں۔ '

طالبان کے لیے ضروری ہے وہ اس بڑے مقصد کے لیے کچھ اقدامات کا خیال رکھیں:

1. مذاکراتی ٹیم پر قیادت کا مکمل اعتماد ہو۔ اس کے پاس مکمل اختیار ہو۔ قیادت کی جانب سے اس کے لیے سرخ لکیر کا تعین بھی ضروری ہے۔ ہر بات پر مشورہ کرنا اور اختیار کے بغیر مذاکرات کرنا نہ صرف امارت اسلامیہ کے موقف کے لیے نقصان دِہ ہو گا، بلکہ پیش رفت کا عمل سست کرنے اور مذاکرات کو طویل بنانے کا باعث بن سکتا ہے۔

2. مذاکراتی ٹیم میں شامل ارکان کے لیے ماحول ساز گار بنایا جائے، تاکہ وہ اپنی فیملی سمیت مذاکرات کے مقام پر پہنچ جائیں۔ وہ مکمل اختیار، ذہنی سکون اور کسی کے دباؤ اور مداخلت کے بغیر مذاکرات کا عمل آگے بڑھائیں۔

3. پہلے مرحلے میں جب تک طالبان اور امریکا منظوری کے مرحلے تک پہنچیں، کسی کو مداخلت کا موقع نہ دیں۔ تاکہ امن عمل مناسب طریقے سے کامیابی سے ہمکنار ہو اور ہمسایہ ممالک کے منفی اثرات سے محفوظ رہے۔ خطے اور بالخصوص ہمسایہ ممالک مذاکراتی عمل کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

4. افغانستان کے اندر اور باہر تمام لوگ انتظار کر رہے ہیں اور کچھ لوگ امریکی فوج کے انخلا کے بعد ملک کے اندر ایک نئے بحران کا خدشہ ظاہر کر رہے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے ماسکو کانفرنس سے افغانوں پر مشتمل مفاہمت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اسے مکمل ہونے تک جاری رکھا جائے۔ تاکہ ان لوگوں کے خدشات دور ہوں اور افغانوں کی باہمی سیاسی مفاہمت کے لیے راہ ہموار کی جاسکے۔

بہتر یہ ہے شہری ہلاکتوں کی روک تھام، قیدیوں کی ضروریات اور ان کے انسانی حقوق، ترقیاتی منصوبوں، قومی مفادات کے تحفظ اور طبّی سہولیات کی فراہمی کے لیے جامع کمیشن قائم کیا جائے۔ تاکہ جنگ کی شدت کم کر کے ضرورت مند اور محروم لوگوں کو اپنے حقوق سے مستفید ہونے کا موقع ملے۔ اسی طرح بہتر ہو گا ایک ایسے عمل پر غور کیا جائے، جو اندرونِ ملک ایک مضبوط سیاسی قوت کے مرکز کے طور پر دیکھا جائے۔ اگر یہ ممکن ہے تو اس فصل کے حاصل ہونے والے پھل کو مختلف آفات سے بہترین طریقے سے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں فی الوقت امن اور سیاسی پیش رفت کے حوالے سے گیند طالبان کی کوٹ میں ہے۔ ملک کے اندر اور باہر سب لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ طالبان کس طرح کھیلیں گے؟ وہ اس مرحلے سے کس طرح سرخ رُو ہو کر نکلیں گے۔

طالبان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہو گی کہ بہت عقل مندی کے ساتھ قابض فوج کا انخلا بھی یقینی بنائیں اور مظلوم افغانوں کی یہ خونریزی بھی بند ہو جائے۔ اگر اس ہدف تک تحمل اور حکمت کے ساتھ پہنچ گئے تو نہ صرف اپنی طویل اور مشکل ترین جدوجہد کے ثمرات حاصل کر لیے جائیں گے، بلکہ تاریخی شہرت اور مقبولیت بھی ہمیشہ کے لیے حاصل ہو گی۔ ہم پر امن، خوش حال اور آزاد افغانستان کے لیے پر امید ہیں۔

حسن مومند

مسلمانوں سے دشمنی چین کے مفاد میں نہیں

چین دیگر ممالک کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ وہ اپنی صنعت، زراعت اور تجارت کو ترقی دے رہا ہے۔ ساری دنیا سے اچھے تعلقات کے ذریعے اپنی سستی مصنوعات کے لیے دنیا بھر میں مارکیٹ ڈھونڈ رہا ہے۔ یہ اچھا ہے کہ چین کی پالیسی امریکا یا دیگر مغربی ممالک کے جیسی نہیں ہے۔ چین کا نظام کیمونسٹ ہے۔ اس لیے وہ امریکا اور دیگر جارحیت پسند ممالک کی طرح دنیا کے غریب ممالک کے آگے جمہوریت کی رٹ نہیں لگاتا۔ جمہوریت نہ ہونے کی وجہ سے کسی ملک سے دشمنی بھی نہیں کرتا اور نہ کسی کے خلاف عسکری اقدام کرنے کے لیے جمہوریت اور انسانی حقوق کا بہانا بناتا ہے۔ چونکہ چین کا کسی مذہب سے تعلق نہیں ہے، اس کی اکثریت دہری ہیں۔ اس لیے چینی لوگ چین سے باہر کسی مذہب کو ماننے والوں سے دشمنی بھی نہیں کرتے۔ دنیا بھر کے مسلمان مطمئن ہیں کہ چین ان کے دین اور کلچر کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

البتہ چین کے اندر حکومت کی جانب سے چینی مسلمانوں کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا جاتا ہے، اس کی تفصیل بہت طویل اور دردناک ہے۔ کچھ عرصہ قبل برطانوی جریدے ٹیلی گراف میں مفصل رپورٹیں شائع ہوئیں تو دنیا کی نظریں چین کی طرف گئیں۔ رپورٹ میں تھا کہ گزشتہ چند ماہ سے چینی حکومت نے ایغور مسلمانوں کے خلاف سخت اقدامات کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ ائمہ مساجد کو داڑھیاں کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مساجد سے ملحق مدارس بند کرنے کا حکم جاری کیا گیا ہے۔ 17 سال سے کم عمر بچوں اور بچیوں کو ناظرہ قرآن کریم پڑھنے کی اجازت بھی منسوخ کر دی گئی ہے۔ ائمہ مساجد کو حکم دیا گیا کہ آج کے بعد خطبہ عربی کے بجائے چینی زبان میں دیا جائے گا، تاکہ پولیس اور سکیورٹی اداروں کو سمجھ آئے اور وہ اسے لکھ سکیں۔ ائمہ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسجد کے اندر خطیب کے ممبر کے پاس چین کا پرچم لگایا جائے گا۔ قبلے کی جانب والی دیوار پر چین کا قومی ترانہ لکھا جائے گا۔ مخالفت کی صورت میں مسجد بند کر دی جائے گی اور امام کو جیل میں ڈالا جائے گا۔

ایغور کے مسلمانوں کا کہنا ہے اس سال حکومت نے اسکولوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں اور دیگر سرکاری اداروں میں کام کرنے والے اہل کاروں کو روزہ نہیں رکھنے دیا۔ انہیں جبرا ہوٹلوں میں بلا کھانے پر مجبور کیا گیا۔ حکومت نے ایغور مسلمانوں کے علاقے میں ہر گلی میں کیمرے نصب کر دیے ہیں، تاکہ ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جاسکے۔ اس اقدام نے پورے ایغور میں خوف و ہراس پھیلا دیا ہے۔ چینی سکیورٹی اداروں نے سرعام مسلمان خواتین کے کپڑے پھاڑے اور عام لوگوں کے سامنے ان کی توہین کی گئی۔ چند دن قبل مشہور برطانوی جریدے 'بزنس انسائڈر' میں اس حوالے سے ورق تھا کہ چین کی سکیورٹی فورسز انتہائی سختی سے مسلمان خواتین کو ایسا لباس پہننے سے منع کرتی ہے، جو اسلامی تعلیمات کے مطابق پورا جسم ڈھانپتا ہو۔ اگر کوئی ایسی خاتون نظر آجائے تو پولیس اور سکیورٹی فورسز سرعام سڑکوں اور مارکیٹوں میں ان کے کپڑے پھاڑ دیتی ہے۔

اس سے مسلم چینی خواتین شدید خوف و ہراس میں مبتلا ہیں۔ اخبار نے تسلیم کیا ہے کہ یہ چین میں اسلامی ثقافت کے خاتمے کے لیے اٹھایا گیا ایک فوری قدم ہے۔ اس جریدے کے نمائندہ نے کہا کہ سنکیانگ کی درجنوں خواتین نے اس حوالے سے عدالتوں سے رجوع کیا ہے، مگر عدالتوں نے چینی حکومت کے فیصلے کی حمایت کی اور کہا کہ چینی خواتین کو لمبی قمیصیں یا برقعے پہننے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ چینی خواتین کو بنیان، نیکر یا پتلون پہننا چاہیے۔ یہی چین کا کلچر ہے۔ چینی حکومت کی جانب سے مظالم کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ کچھ عرصے سے عالمی میڈیا پر مسلسل ایسی خبریں بھی شائع ہونا شروع ہوئیں کہ سنکیانگ میں حکومت کی جانب سے مقامی مسلمان شدید مظالم کا شکار ہیں۔ مذہبی آزادی تو دور کی بات، شہری حقوق اور آزادی سے بھی مکمل طور پر محروم کر دیے گئے ہیں۔ حکومت نے سنکیانگ میں ہزاروں مسلمانوں کو تربیتی مراکز کے نام پر کیمپوں میں چینی اقدار اور کلچر کی تعلیم دینے کے بہانے سے قید کر رکھا ہے۔ درحقیقت یہ ان مظلوم مسلمانوں کو دین سے دور اور بیزار کرنے کی انتہائی کوشش ہے۔ ان کیمپوں میں لائے گئے مسلمان شدید جسمانی اور نفسیاتی تشدد کا شکار ہیں۔ یہاں مسلمانوں کو شراب پینے، خنزیر، کتے، بلی اور دیگر حرام جانوروں کا گوشت کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ان مراکز میں مسلمان خواتین کو مردوں کے سامنے بے لباس ہو کر رقص پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کسی بھی خاتون کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ اپنے محرم یا شوہر کے برابر میں اپنا بستر بچھائے، بلکہ سب کو مجبور کیا جاتا ہے کہ غیر مردوں کے برابر میں سوئیں۔

شروع میں یہ باتیں چین کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا حصہ قرار دی جاتی تھیں۔ کہا جاتا تھا ایسی باتوں کے پیچھے چین مخالف مغربی دنیا اور خصوصاً امریکا کا ہاتھ ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ برائے تحقیقات نسلی تعصبات کی جانب سے شائع ہونے والی رپورٹ میں آیا ہے کہ سنکیانگ میں مسلمانوں کے لیے بنائے گئے کیمپوں یا

حراستی مراکز میں ایک ملین سے زیادہ مسلمان مذہبی اور شہری آزادی سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ ان مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھانے کا وقت ہے۔ اقوام متحدہ یا دیگر عالمی اداروں نے چینی مسلمانوں کے خلاف جاری مظالم بارے جو رپورٹیں جاری کی ہیں، اس نے دنیا کو باخبر کیا ہے۔ چین کے سامنے یہ واضح ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جاری مظالم دنیا سے چھپائے نہیں جا سکتے۔ دنیا اب اس پر خاموش نہیں رہ سکتی۔

چینی مظالم پر ترکی وزارت خارجہ نے فروری میں احتجاج کیا تھا۔ اسے انسانیت کے لیے انتہائی شرمناک عمل قرار دیا ہے۔ غیر مشروط طور پر ان حراستی مراکز کی بندش اور حکومتی سطح پر ان مظالم کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے۔ ترکی کے وزیر خارجہ حامی اکسوی نے کہا ہے 'یہ بات پوشیدہ نہیں رہی کہ چین نے ان مراکز میں ایک ملین سے زیادہ ایغور مسلمانوں کو قید کیا ہے۔ حکومت کی جانب سے ان سے انتہائی برا سلوک کیا جا رہا ہے۔ ہم نے اس حوالے سے چین کو اپنے خدشات سے آگاہ کر دیا ہے۔ چینی حکومت نے اس حوالے سے کوئی مثبت اقدام نہیں کیا۔ انقرہ عالمی برادری اور اقوام متحدہ کے صدر سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس حوالے سے تحقیقات کرے اور چین کے خلاف عملی اقدامات اٹھائے۔'

چین نے اس حوالے سے جان چھڑانے کے لیے ایک مبہم سی بات کی ہے کہ وہ اقلیتوں کے کلچر اور مذہب کا تحفظ کرتے ہیں۔ سنکیانگ کے امن کو لاحق خطرات کے خاتمے کے لیے یہاں شدت پسندوں کے خلاف اقدامات ضروری ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ ترکی کے علاوہ اور کسی اسلامی ملک یا اسلامی کانفرنس نے اس حوالے سے آواز اٹھانے کی جرات نہیں کی۔ ایغور مسلمانوں کے بعد اب قازق قبیلے سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے خلاف بھی اقدامات کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والی رپورٹ میں 'اوتان' نامی ایک قازق شہری نے کہا ہے کہ خصوصی کیمپوں میں دو سال تک شدید تکالیف اٹھانے کے بعد انہیں آزادی ملی ہے۔ کیمپ میں ان پر ڈھائے گئے مظالم اتنے خوف ناک ہیں، جنہوں نے انہیں نفسیاتی مریض بنا دیا ہے۔ میری اس نفسیاتی بیماری نے میرے بچوں اور خواتین پر بھی بُرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اوتان کی اہلیہ نے کہا ہے میرے شوہر کی تلاش میں بہت وقت لگا۔ چینی سکیورٹی اداروں کے بہت سے مراکز میں تلاش کرنا پڑا۔ 2018 کے اواخر میں میرے شوہر گھر پہنچے۔ افسوس کہ اب وہ وہی شخص نہیں رہے، جو پہلے تھے۔ وہ نفسیاتی لحاظ سے بہت بدل چکے ہیں۔ کبھی کبھی میں اپنے آپ سے کہتی ہوں کہ یہ میرے شوہر کے ہم شکل کوئی اجنبی شخص میرے گھر آئے ہیں۔

اخبار میں آیا ہے چینی حکومت نے ان خواتین اور مردوں کے خلاف مظالم کا سلسلہ شروع کر دیا ہے، جنہوں نے قازقستان میں شادیاں کی ہیں۔ یہ لوگ اب شدید مشکلات اور قانونی پابندیوں کے شکار ہیں۔ یاد رہے قازق نسل سے تعلق رکھنے والے مسلمان بھی سنکیانگ میں رہائش پذیر ہیں۔ سنکیانگ صوبہ کی مسلم اکثریت ایغور قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ اس صوبے میں قازق، تاتار، کرغیز، تبت اور منگول بھی رہتے ہیں۔ سنکیانگ کا پرانا نام کاشغر ہے۔ اسلامی دنیا اور خصوصا پڑوسی ممالک کے مسلمانوں میں اب بھی اسی نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کا رقبہ 1.6 ملین مربع کلو میٹر ہے۔ یہ چین کے تمام رقبے کا 5 فیصد ہے۔ اس صوبے کی آباد 21 ملین ہے۔ اس میں 15 ملین ایغور قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حکومت انہیں 11 ملین بتاتی ہے۔ سنکیانگ کا جغرافیائی محل وقوع بہت اہم ہے۔ اس صوبے کے جنوب میں تبت، جنوب مشرق میں شنگھائی اور گانسو کے صوبے واقع ہیں۔ مشرق میں منگولیا، شمال میں روس اور مغرب میں قازقستان، کرغیزستان، تاجکستان، افغانستان، مقبوضہ کشمیر اور پاکستان واقع ہیں۔

'ہان' نامی نسل حکومتی عہدوں پر قابض ہے۔ یہی لوگ چین کے اصل حاکم سمجھے جاتے ہیں۔ گزشتہ ادوار میں ان کی تعداد اس صوبے میں صرف 5 فیصد تھی۔ یہاں مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے حکومت کے خاص منصوبے کے مطابق ہان نسل کے بہت سے لوگ یہاں آباد کیے گئے ہیں۔ اب اس صوبے میں ہان نسل کی تعداد 40 فیصد ہے۔ سنکیانگ کا صوبہ قازقستان کے ساتھ 1760 کلو میٹر طویل سرحدی پٹی رکھتا ہے۔ اس کی وجہ سے دونوں جانب کے لوگ ایک دوسرے سے آسانی سے آمد و رفت اور تجارت کر سکتے ہیں۔ حتی کہ ایک دوسرے سے شادیاں کرتے ہیں۔ اب ایغور کے بعد قازق بھی چینی حکومت کے عتاب کے شکار ہو گئے ہیں۔ اس لیے شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ تقریبا تمام مسلم ممالک کے چین سے اچھے تعلقات ہیں۔ ایسا شاید ہی کوئی ملک ہو، جس کا چین سے کوئی بڑا مسئلہ ہو۔ یہ چین کے لیے بہت اہم بات ہے۔ اسلامی دنیا چینی مصنوعات کی اہم مارکیٹ ہے۔ اس لیے چین بھی اسلامی دنیا کی اس اہمیت سے واقف ہے۔ اگر ترکی کی طرح دیگر اہم اسلامی ممالک دوستی کی فضا میں، معقول انداز میں اور سختی سے چین سے اس المیے کے خاتمے کا مطالبہ کریں تو اس کا ضرور اثر ہو گا۔

چین کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مسئلہ انتہائی حساس ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان سنکیانگ کے مظلوم مسلمانوں سے چین کے اس غیر انسانی سلوک سے شدید ناراض ہیں۔ اگر چین نے مسلمانوں کے حوالے سے اپنی پالیسی پر از سر نو غور کیا اور وحشت کا یہ جاری سلسلہ ختم کر دیا تو یہ چین ہی کے مفاد میں ہو گا۔ ورنہ دنیا بھر کے مسلمان چین کو امریکا کی طرح اپنا دشمن سمجھیں گے۔ یہ چین کے لیے انتہائی نقصان کی بات ہو گی۔ جب کہ آنے والے اسلام کی سربلندی کے وقت کے تناظر میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے دشمنی مول لینا چین کے لیے قابل برداشت نہیں ہو گا۔

اکرم ثاقشفین

رواداری اور مکالمے کے نئے دور کا آغاز کریں

15 مارچ کو نیوزی لینڈ کے علاقے کرائسٹ چرچ میں دو مساجد پر حملے ہوئے، مساجد پر ہونے والے حملوں میں پچاس کے قریب نمازی شہید ہوئے۔ اس واقعے کا قاتل ایک سفید فام متعصب شخص ہے۔ اس واقعے نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ وہشت گردی کے حوالے سے ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے۔ کچھ نئے سوالات اٹھائے گئے ہیں اور دہشت گردی کی نفسیات کے حوالے سے کچھ نئی گتھیوں کو سلجھانے پر توجہ ڈالی گئی ہے۔ البتہ اس واقعے کا سب سے مثبت پہلو اس پر نیوزی لینڈ حکومت اور وہاں کے عوام کا رد عمل ہے۔ مسلم اقلیت کے ساتھ ہمدردی، ان کے دکھ درد میں شرکت، ان کے مساجد کی حفاظت اور مسلم شعائر کے احترام کے لیے نیوزی لینڈ حکومت اور عوام نے بڑھ چڑھ کر اقدامات کیے ہیں۔ متاثرہ مساجد کے باہر نیوزی لینڈر عوام نے پھول اور تحفے لا کر رکھے، موم بتیاں جلائی گئیں، محبت بھرے پیغامات کی چاکنگ کی گئی۔ وہاں کی خاتون وزیر اعظم نے متاثرہ خاندانوں سے ملاقاتیں کیں، انہیں تسلی دی، پارلیمنٹ کے اجلاس کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے کیا گیا، وزیر اعظم نے اپنے خطاب میں اسلام کو امن اور محبت کا دین قرار دیا اور اعلان کیا گیا کہ آئندہ جمعہ کو مسلمانوں سے یکجہتی کے اظہار کے لیے جمعہ کی اذان وہاں کے سرکاری ٹی وی چینل پر براہ راست نشر کی جائے گی۔

دار الہجرت پاکستان کے ایک شخص نعیم راشد کا خصوصی تذکرہ کیا گیا اور انہیں نیوزی لینڈ کا ہیرو قرار دیا گیا کیوں کہ انہوں نے قاتل سے مزاحمت کی کوشش کی تھی ایک اور شخص کا نمایاں ذکر کیا گیا جس نے قاتل کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے "السلام علیکم" اور خوش آمدید کہا تھا۔ نیوزی لینڈ کے شہریوں نے انتہائی محبت سے وہاں کے مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کیا، مرد اور خواتین مساجد کے دروازوں پر نماز کے اوقات میں پہرہ دینے لگے، مساجد کے باہر کھڑے ہو کر آنے والے نمازیوں سے گلے ملے، ٹی وی پروگراموں میں مسلم شہریوں کے ساتھ ہونے والے اس ظلم عظیم پر دکھ اور غم کا اظہار کیا گیا۔ مسلمان خواتین کی گفتگو نشر کی گئی اور ان کے شہداء کا انتہائی مثبت انداز میں تذکرہ کیا گیا۔ پورے ملک میں مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کی ایک لہر چل پڑی۔ واقعے کے بعد اگلے جمعے کے دن نماز جمعہ میں وزیر اعظم نے بنفس نفیس شرکت کی، مسلمانوں کے دلجوئی کے لیے خود ان کے درمیان موجود رہیں۔ تمام مذاہب کے پیروکاروں نے آکر مسلمانوں کی اشک شوئی اور تعزیت میں حصہ لیا۔ نیوزی لینڈ میں موجود ایک عالم دین کے بقول وہاں کے عوام نے ہمدردی اور دلاسے کا حق ادا کر دیا ہے۔ یہ لوگ آکر بار بار پوچھ رہے ہیں کہ اب تک جو ہم نے کیا ہے، بہت کم ہے ہم مزید آپ کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں ہمیں بتائیں ہم آپ کے لیے کیا کریں۔

نیوزی لینڈ حکومت اور عوام کے اس انتہائی مثبت رد عمل پر دنیا بھر کے مسلمانوں میں اطمینان اور تشکر کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ سب نے نیوزی لینڈ حکومت اور عوام کے اس جذبے کو سراہا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ نیوزی لینڈر عوام اور حکومت کی جانب سے اس قدر ہمدردی، محبت، تعزیت اور اظہار یکجہتی نے بھائی چارے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مسلمان یقیناً اپنا غم بھول گئے ہیں۔ غیر مسلم کمیونٹیز نے محبت، ہمدردی و یگانگت کا ایسا ماحول بنا دیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے پیاروں پر آنسو بہانا یاد ہی نہ رہا، کیوں کہ ان کی جگہ غیر مسلم آنسو بہا رہے ہیں۔

ایسی محبتوں کے مناظر نے دنیا بھر کو خوشگوار حیرت میں ڈال دیا ہے۔ یہ حیرت واستعجاب شاید اس لیے ہے کہ دنیا نے ایسا نظارہ کبھی کسی ملک میں نہیں دیکھا۔ مسلم ہو یا غیر مسلم دنیا، بڑے اور امیر ترین ممالک ہوں یا تیسری دنیا کے غریب ممالک، ہر جگہ مذہب کی بنیاد پر نفرت اور عداوت عام سی بات ہے۔ مذاہب

کے ماننے والوں میں ایک دوسرے کے لیے برداشت اور رواداری ناپید ہے۔ اسی لیے عالمی سطح پر ہوں یا مختلف ممالک میں اندرونی سطح پر، ہر جگہ ایک دوسرے کے خلاف تزویراتی، سیاسی اور عسکری جدوجہد کے سلسلے جاری رہتے ہیں۔ مغربی تہذیب کے پاس شاید یہ واحد اور پہلا واقعہ ہے جس میں ان کی مذہبی وسعت ظرفی، اخلاقی اقدار اور رحم دلی کی مثالیں نظر آرہی ہیں وگرنہ اب تک مسلمانوں کے ساتھ مغربی ممالک کے اندران کا رویہ ہو یا باہر کے معاملات میں ان کی پالیسیاں، کچھ مثالی نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے واقعات میں مغربی تعصب اور احساس برتری بہت کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ مساجد کے مینار، خواتین کے پردے، داڑھی، ڈیوٹی کے دوران نماز کی ادائیگی وغیرہ پر پابندیاں، شاپنگ مال، پارکوں اور دیگر عوامی مقامات پر مسلمانوں کو ہراساں اور خوفزدہ کرنے کے سینکڑوں واقعات، ایسا نہیں کہ اس واقعے سے قبل کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف مذہبی بنیادوں پر کوئی اقدام نہیں ہوا، مگر واقعے کے متاثرین سے حکومت اور عوام کا ایسا مثالی رویہ پہلی بار دیکھنے میں آرہا ہے۔ یہ نیوزی لینڈر حکومت اور عوام کا بہت بڑا اعزاز اور امتیاز ہے جو انہیں ملنا چاہیے۔ پوری دنیا کو ان کے اس مثالی رویے کا اعتراف کرنا چاہیے۔

امریکا اور مغربی ممالک کے اتحاد ناٹو نے مل کر گزشتہ سترہ سال تک ہماری سرزمین پر آہن اور بارود کی بارش کے سلسلے جاری رکھے۔ وہ اعداد و شمار سامنے رکھے جائیں تو بات بہت طویل ہو جائے گی کہ امریکی بمباریوں میں کتنے عام شہری شہید ہوگئے، کتنی آبادیاں تباہ ہوگئیں، کتنے ہسپتال، مسجدیں، جنازگاہ، شادی بیاہ کی تقریبات، باراتی گاڑیاں، جنازے اور تدفین کے مراسم، دینی مدارس اور تعلیمی مکاتب، سب ہی کچھ نشانہ بنائے گئے۔ آدھی رات کو مارے جانے والے چھاپوں میں گھروں میں گھس کر امریکی اور ناٹو فوجیوں نے خواتین کی تذلیل کی، لوگوں پر تشدد کیا، گھروں کو جلایا اور لوگوں کو گرفتار کیا۔ یہ ظلم گزشتہ سترہ سال تک جاری رہا مگر کہیں کوئی موم بتی نہیں جلی، کہیں یادگاروں پر پھول نہیں چڑھائے گئے، کسی نے ان کے لیے آنسو نہیں بہائے، کسی نے افغان ماؤں کو گلے نہیں لگایا ان کے دکھ درد کو بانٹنے کی کوشش نہیں کی۔ آج سترہ برس بعد امریکا کو خیال آیا ہے کہ اس مسئلے کا حل مذاکرات اور مکالمے سے کیا جائے۔

مشرق وسطی سے لے کر افغانستان تک ہر جگہ پھیلی ہوئی بدامنی کے لیے ہم امریکا، ناٹو اور پوری مغربی تہذیب کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ معاشی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے دنیا کی بالادست قوت ہونے کی وجہ سے دنیا کا نظام امن ان کے ہی ہاتھوں میں ہے۔ انسانیت کی تباہی یا آبادی کے فیصلے ان کے ہاں ہی ہوتے ہیں۔ دنیا کے مسائل انہیں کے پیدا کردہ ہیں۔ انہیں بنیاد بنا کر انسانوں کو مارنا چاہیں تو بھی ان کی مرضی اور حل کرنا چاہیں تو بہت آسانی سے حل بھی کر سکتے ہیں۔ افغانستان پر حملے کے وقت مغرب کا یہ نعرہ عام تھا کہ ہم انہیں پتھر کے دور میں پہنچادیں گے۔ یہ ایک انتہائی وحشیانہ دھمکی تھی، وہ بھول گئے تھے کہ جن لوگوں کو انہوں نے پتھر کے دور تک پہنچانے کی دھمکی تھی کسی دور تک پہنچانے کی قوت تو وہ بھی رکھتے ہیں۔ مغرب کو اس حقیقت کا ادراک سترہ برس ہوا ہے۔

آج جب ہم ایک جانب امریکا اور امارت اسلامیہ جیسے دو بڑے مخالفین کو مذاکرات کی میز پر دیکھ رہے ہیں تو اس حقیقت کا ادراک پورے مغرب کو کر لینا چاہیے کہ دنیا بھر کے مسائل کے حل کے لیے وسیع پیمانے پر مکالمے کی ترویج کی ضرورت ہے۔ ہمدردی، رواداری اور ہم آہنگی کی ایک مثال ہم نیوزی لینڈ میں دیکھ چکے ہیں۔ مغرب کو اپنے عالمی کردار کی اہمیت جانتے ہوئے اس سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ عالمی سیاست میں اسلام اور مغرب کا واسطہ گزشتہ استعماری دور کی دو تین صدیوں سے ہے اور آئندہ بھی اسلام اور مغرب کا یہ سامنا کئی صدیوں تک رہے گا۔ اگر واقعتاً مغرب انسانیت کی فلاح پر یقین رکھتا ہے جیسا کہ اس کا نعرہ ہے، تو آئندہ کئی صدیوں کے لیے انسانیت کے قتل عام کو روکنے اور دنیا کو وسیع تر امن دینے کے لیے دنیا کو مکالمے اور نیوزی لینڈر مثالیت پسندی کی ترویج کرنا ہو گی۔ مغرب کو اپنے رویے میں تبدیلی لانی ہو گی۔ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ مغرب کو سیاسی، عسکری، معاشی اور سائنسی برتری حاصل ہے اور وہ دنیا کی بالادست تہذیب ہے تو اسے اپنے مقام کی اہمیت جانتے ہوئے عالمی دنیا کے امن میں اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔ مغرب کو اب مکالمے، رواداری اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی ریت ڈالنی ہو گی۔ نیوزی لینڈ واقعہ اور افغان مذاکرات کا عمل اپنی اہمیت، نوعیت اور اس سے حاصل کیے گئے دور اور قریب کے نتائج کے اعتبار سے ہمارے لیے تاریخی موڑ ثابت ہو سکتا ہے اگر مغرب اس پر غور کر کے اپنے رویے اور کردار پر نظر ثانی کرے۔

حسن زوی

سعودیہ کا ایک اور تکلیف دِہ اقدام

سعودی ولی عہد نے امریکا میں سعودی سفارت خانے کے لیے ایک خاتون کا تقرر کر کے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔ ان کا یہ اقدام دنیا بھر کے غیور مسلمانوں کے لیے تکلیف دِہ ہے۔ سعودیہ کی 87 سالہ تاریخ میں بندر بن سلطان بن عبدالعزیز کی بیٹی شہزادی ریما پہلی سعودی خاتون ہیں، جنہیں کسی ملک میں سفیر نامزد کیا گیا ہے۔ یہ پہلی بار ہے کہ اپنے والد سلمان کی جگہ وزیر دفاع اور ولی عہد محمد بن سلمان شاہی فیصلے کا اعلان اپنے دفتر سے کر رہے ہیں۔ محمد بن سلمان نے امریکا میں سعودی سفیر کے طور پر خدمات انجام دینے والے اپنے بھائی خالد بن سلمان کو وزارت دفاع کا نائب مقرر کر کے واپس بلا لیا ہے۔ ان کی جگہ ریما بنت بندر بن سلمان کو واشنگٹن میں سعودی سفیر متعین کیا ہے۔ سعودیہ کے سرکاری چینل S.P.A کی جانب سے شائع ہونے والی رپورٹ میں آیا ہے کہ شاہ سلمان کے بیرونی دورے کے دوران محمد بن سلمان نے تین فیصلے کیے۔ خالد بن سلمان کو سفارت سے معزول کیا، انہیں وزارت دفاع کا سیکرٹری لگایا اور ریما کو امریکا میں سعوی سفیر متعین کیا۔

ریما کے والد شہزادہ بندر کو 1983 میں شاہ فہد کی جانب سے امریکا میں سفیر متعین کیا گیا تھا۔ وہ 2005 تک سفیر رہے۔ انہوں نے 22 سال امریکا میں سفارت کاری کے فرائض انجام دیے۔ یہ سعودیہ کی تاریخ میں سفارت کاری کا سب سے طویل دورانیہ ہے۔ ان کے دور سفارت میں امریکا کے پانچ صدور نے اپنے دور پورے کیے۔ جب کہ وزارت خارجہ کے دس وزیر آئے اور گئے۔ شہزادی ریما 1975 میں ریاض میں پیدا ہوئی ہیں۔ ان کے والد بندر بن سلطان بن عبدالعزیز ہیں۔ والدہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز کی بیٹی 'ہیفا' ہیں۔ اس لیے وہ شاہی خاندان کی سب سے مؤثر خاتون سمجھی جاتی ہیں۔ انہیں امریکا کے 'فوربس' نامی مجلے نے 2014 میں عرب دنیا کی سب سے مؤثر اور مشہور خاتون قرار دیا تھا۔ وہ 2 سال تک محمد بن سلمان کے ساتھ مشیرہ خاص کے طور پر کام کر چکی ہیں۔ وہ اس سے قبل بھی اہم عہدوں پر فائز رہی ہیں۔ سعودیہ کی دولت مند کاروباری خواتین میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ وہ ریما جیولری، عطریات اور کاسمیٹکس کی مشہور کمپنی 'ریمیہ' کی مالکہ ہیں۔ 'الف خیر' نامی ادارہ بھی انہیں کا ہے۔ یہ ادارہ نادار لوگوں سے تعاون کرتا ہے۔ امریکی ادارے ایف بی آئی نے 2002 میں کوشش کی تھی کہ شہزادی کی والدہ ہیفا اور 11 ستمبر واقعے کے مجرمان کے درمیان رابطہ ثابت کیا جائے۔ کہا گیا کہ ہیفا نے ایک ایسی سعودی خاتون کو 3500 ڈالر اپنے بینک اکاؤنٹ سے منتقل کیے تھے، جس کے ان مجرموں سے ٹیلیفونک رابطے تھے۔ پھر اس الزام کی تردید خود امریکی سفارت خانے کی طرف سے کی گئی اور کہا گیا کہ یہ خیراتی رقم تھی، جو ایسی سعودی خاتون کو دی گئی تھی، جس کے روابط کے بارے میں ہیفا کو کچھ پتا نہیں تھا۔

اس اہم عہدے کے لیے ریما کے انتخاب کی وجہ سعودی میڈیا یہ بتاتا ہے کہ ریما امریکا میں پلی بڑھی ہیں۔ جارج واشنگٹن یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکی ہیں۔ اپنے والد کے دور سفارت میں بہت کچھ دیکھ اور سیکھ چکی ہیں۔ اس لیے سعودیہ اور امریکا کے درمیان تعلقات بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کر سکیں گی۔ اس لیے بندر بن سلطان کی گوشہ نشینی کے پورے 14 برس بعد ان کی بیٹی شہزادی ریما امریکا میں سعودی سفیر متعین کر دی گئیں۔ ماہرین امور کہنا ہے ریما کے والد بندر بن سلطان امریکا میں 22 سال تک سفیر رہے ہیں۔ یہ امریکا میں کسی بھی سعودی سفیر کی سب سے طویل سفارت کاری ہے۔ اس زمانے میں بندر بن سلطان نے امریکی حکام اور جاسوس اداروں سے اپنے تعلقات بہت مضبوط کر لیے تھے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے پورے شاہی خاندان میں ان سے بڑھ کر کوئی امریکی کٹھ پتلی پیدا نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ شاہی خاندان میں ان کے مخالفین انہیں 'بندر بش' کہتے تھے۔

بندر بن سلطان 2012 میں سعودی انٹیلی جنس کے سربراہ بن گئے۔ وہ 2014 تک سربراہ رہے۔ اس دوران انہوں نے امریکی انٹیلی جنس اداروں کے ساتھ روابط اور بھی مضبوط کر لیے۔ ریما کو اس تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ امریکا میں اس کے سفیر کی حیثیت سے تقرری کی وجہ یہ نہیں کہ وہ کوئی بہت باصلاحیت ہیں اور ان کی جیسی صلاحیتوں والا کوئی نہیں ہے یا وہ کوئی اتنی بڑی سفارت کار ہیں کہ دوسرا کوئی کامیاب سفارت کار نہیں ہے۔ اس کی اصل وجہ ان کے والد کے ذریعے امریکی انٹیلی جنس سے قائم تعلقات ہیں۔ وہ امریکا کے مطالبے پر یہاں سفیر متعین کی گئی ہیں۔ تاکہ ایک جانب محمد بن سلمان کی جانب سے لبرل ازم کی راہ پر چلتا سعودیہ مزید تیزی دکھائے اور دیگر اسلامی ممالک کے لیے مثال بن جائے۔ دوسری جانب امریکی انٹیلی جنس سے تعلقات رکھنے والی شخصیات سے سفیر کے لباس میں وہ کام لیا جائے، جس کی ضرورت محسوس کی جائے گی۔

اس لیے یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ سعودی عرب کے ولی عہد محمد بن سلمان نہ تو اپنے ملک کے سنجیدہ لوگوں کی ناراضی دیکھتے ہیں نہ عالم اسلام کی دل شکستگی محسوس کرتے ہیں۔ وہ صرف امریکا کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اس راہ میں کسی کی پروا نہیں کرتے۔ البتہ محمد بن سلمان کو یہ بات جان لینا چاہیے کہ امریکا کی مثال شیطان کے جیسی ہے۔ وہ اپنے کٹھ پتلیوں سے کام لے کر انہیں بدنام کر کے آدھے راستے پر چھوڑ جاتا ہے۔

محمد بشیر

کیمپ بیشن پر حملہ اور کٹھ پتلی نعرے

طالبان کے سیاسی وفد کے ارکان اور امریکی مذاکراتی ٹیم کے درمیان دوحا میں افغانستان سے امریکی فوج کے مکمل انخلا اور امن و امان کی بحالی کے لیے بات چیت کے سلسلے جاری ہیں۔ دونوں جانب سے یہی کوشش ہے کہ مخالف کو سیاسی میدان میں شکست دی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ جنگ کا میدان بھی گرم ہے۔ یہاں بھی دونوں جانب سے یہی کوشش ہے کہ اپنے مخالف کو زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصان پہنچا کر مفلوج کیا جائے۔ جنگ اس وقت مزید شدت اختیار کر گئی، جب سربراہ اشرف غنی کو معلوم ہوا کہ امریکا مکمل طور پر افغانستان سے انخلا کا منصوبہ بنا چکا ہے۔ جس کی واضح مثال ابوظبہی اور دوحا میں طالبان کے ساتھ مذاکرات کے دوران فوجی انخلا کے میکنزم پر بحث اور اس کی تیاری ہے۔ اس میں فریقین گہری دل چسپی لے رہے ہیں۔ اس پورے عمل میں کابل انتظامیہ شریک نہیں ہے۔ طالبان ابھی تک کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات پر آمادہ نہیں ہوئے ہیں۔

سیاسی مبصرین کے مطابق یہ اشرف غنی اور اس کی کابینہ کے لیے شرم کا مقام ہے کہ امریکا نے ان کی شرکت کے بغیر طالبان کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اب افغانستان میں اصل قوت طالبان اور امریکا ہے۔ یہی وجہ ہے اشرف غنی اس تشویش میں مبتلا ہیں اگر امریکا اپنا بوریا بستر گول کر گیا تو اس کی حکومت ایک ہفتے بھی طالبان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گی۔

اسی لیے اشرف غنی نے خود پر تنقید کرنے والے اپنے مخالفین اسد اللہ خالد اور امر اللہ صالح وغیرہ کو قریب لانے کی کوششیں شروع کر دی ہیں۔ انہیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا جا رہا ہے۔

وزیر داخلہ اسد اللہ خالد کو وزیر دفاع کا عہدہ دیا گیا ہے۔ اسد اللہ خالد اس سے قبل کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس چیف تھے۔ وہ طالبان کے ایک حملے میں شدید زخمی ہوئے اور اپنے عہدے سے برخاست ہوئے۔ انہوں نے اس بار وزارت دفاع کی مسند ملتے ہی طالبان کے خلاف فیصلہ کن آپریشن اور ان کی گردنیں اڑانے کا نعرہ لگایا۔ جس کے تحت کچھ صوبوں میں ان کے حکم کے مطابق سرچ آپریشن، بمباریاں اور گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ سب سے زیادہ نشانہ دینی مدارس اور مساجد بنے۔ میڈیا پر یہ تاثر دیا جانے لگا کہ اب کابل انتظامیہ طالبان کے خلاف دفاعی پوزیشن سے اقدامی پوزیشن پر آنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔

دوسری طرف طالبان نے ان کی دھمکیوں اور طالبان کے بجائے عام شہریوں کا نشانہ بنانے کے خلاف سخت ردِ عمل دکھاتے ہوئے سب سے پہلے میدان شہر، فاریاب اور ہلمند میں واقع امریکی اڈے کیمپ بیشن حملہ کر کے اسد اللہ خالد کی سکیورٹی میں موجود سیکڑوں افغان کٹھ پتلیوں اور امریکی جارحیت پسندوں کو ہلاک کیا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے دھمکی آمیز بیانات کابل انتظامیہ کے لیے نقصان کا سبب بنے ہیں۔

طالبان حملوں میں سے فاریاب اور میدان وردگ جیسے حملوں کے بعد ہلمند میں کیمپ بیشن پر حملہ ناقابل یقین اور تباہ کن تھا۔ طالبان ذرائع کے

مطابق 9 استشہادی مجاہدین اس بڑے کیمپ میں تین اطراف سے داخل ہوئے۔ سب سے پہلے اڈے کی سکیورٹی کے لیے قائم گارنی زون پر حملہ کیا، جس میں کئی اعلیٰ امریکی اور کٹھ پتلی اہل کار ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد پورے اڈے پر آپریشن کا آغاز ہوا، جو پورے 46 گھنٹے جاری رہا۔ امریکی فوجی ذرائع نے کئی بار حملہ آوروں کو مارنے اور جھڑپ کے اختتام کی خبر دی، لیکن کچھ لمحے بعد پھر فائرنگ کی آوازیں بلند ہونے لگتیں۔ طالبان ترجمان قاری محمد یوسف احمدی کی جانب سے میڈیا کو بھیجی گئی رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس حملے میں ہلاک ہونے والے فوجیوں کی تعداد 397 ہے۔ جس میں 137 امریکی فوجی ہیں۔ ان میں 15 پائلٹ اور 18 طیاروں کے انجینئرز بھی ہلاک ہوئے ہیں۔ جب کہ 19 انجینئرز زخمی ہوئے۔ ترجمان کے مطابق کیمپ بیشن کے حملے میں کٹھ پتلی کمانڈر منصور کے علاوہ 260 اہل کار ہلاک ہوئے۔ ان میں 142 کمانڈوز، جب کہ 118 عام اہل کار تھے۔ اس کے علاوہ کٹھ پتلی انتظامیہ کے 73 اہل کار زخمی بھی ہوئے۔ رپورٹ کے مطابق اس حملے میں امریکی جارحیت پسندوں کی درجنوں گاڑیاں اور تنصیبات بھی تباہ ہوئیں۔ ان میں 33 ہموی ٹینک، 19 بکتر بند M1117 نامی ٹینک تباہ ہوئے۔ 27 رینجر گاڑیاں، 21 انٹر نیشنل رینجر گاڑیاں، 7 فوجی ایمبولینس، 11 آئل ٹینکرز، ایک لاجسٹک ڈپو، ایک اور ڈپو مع سامان، طیاروں کی ایک ورکشاپ، ٹینکوں اور رینجر گاڑیوں کی ایک ورکشاپ، متعدد کنٹینرز اور فوجیوں کے رہائشی خیمے تباہ ہوئے۔

سیاسی مبصرین کے مطابق ان تمام واقعات کے ذمہ دار اشرف غنی اور اسد اللہ خالد ہیں۔ جب اسد اللہ خالد قندھار کے گورنر تھے، وہ تب سے ہی شرم ناک داستانوں کے کردار رہے ہیں۔ ان کے خفیہ ٹارچر سیلز کے ظلم و ستم کے علاوہ جنسی زیادتی کی داستانیں زبان زد عام ہیں۔ جب وہ کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس چیف بنائے گئے تو جیلوں میں طالبان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ انسانی حقوق کی تنظیم نے ان کا نام انسانی حقوق کی پامالی کرنے والوں کی فہرست میں شامل کر لیا۔ وہ طالبان کے ایک کامیاب حملے میں شدید زخمی ہو گئے۔ علاج کے لیے امریکا لے جائے گئے، جہاں کئی برس ان کا علاج جاری رہا۔ بڑے عرصے تک گوشہ نشین رہنے کے بعد اشرف غنی نے انہیں وزیر دفاع نامزد کر لیا۔ جس کے ساتھ ہی وہ اپنی پرانی عادت سے مجبور ہو کر مساجد اور مدارس پر حملے کر کے درجنوں طلبا اور حفاظ کو شہید کرنے لگے۔ بازار، باغات، عام آبادیاں، ہسپتال اور اسکولز.. غرض عوام کی سہولت کا کوئی ایسا ادارہ نہیں بچا، جسے ان وحشیوں نے نشانہ نہیں بنایا۔ یاد رہے ان تمام مظالم میں سب سے زیادہ کردار فضائی فورسز کے پائلٹس کا بھی تھا۔ طالبان نے کیمپ بیشن میں دشمن کے کئی پائلٹس کو خاص طور پر ہدف بنا کر واصل جہنم کیا۔ جن میں پندرہ پائلٹ ہلاک ہوئے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں امریکا کے مقابلے میں نہتے طالبان نے کس طرح فتح حاصل کی۔

کیمپ بیشن پر حالیہ حملے سے کابل انتظامیہ کے وزیر دفاع کے دعوؤں کی قلعی کھل گئی ہے۔ کہا گیا تھا کہ ان کی حکومت اب دفاعی پوزیشن سے اقدامی پوزیشن پر آ گئی ہے۔ جب کہ طالبان کو بہ قول اُن کے دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ کیمپ بیشن کی 40 فیصد سے زیادہ جنگی تنصیبات اور وسائل کی تباہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امریکا اور اس کی کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس ادارے طالبان کے مقابلے میں مکمل طور پر ناکام ہیں۔ وہ طالبان کے کسی بھی حملے بارے پیشگی معلومات حاصل کرنے اور اسے ناکام بنانے میں مکمل بے بس ہیں۔ کابل کی وزارت دفاع کے طالبان کی گردنیں اڑانے والے نعرے اور دعوے کیمپ بیشن کے ملبے تلے دفن ہو گئے ہیں۔

شاہد غزنوی

شوراب کا جہادی معجزہ

یکم مارچ جمعہ کی رات دو بجے مجاہدین نے جنوبی صوبے ہلمند میں ایک بڑے فوجی اڈے شوراب پر حملہ کیا۔ افغانستان میں بگرام کے بعد شوراب اڈہ قابض فوج کا سب سے بڑا فوجی مرکز ہے۔ اس میں ہزاروں غیر ملکی حملہ آور موجود رہتے ہیں۔ امریکی جارحیت کے بعد شوراب اڈے میں چند برس تک برطانوی فوجی تعینات تھے۔ وہ یہاں سے جنوبی صوبوں میں فوجی کارروائیاں کرتے تھے۔ اس وقت شوراب اڈے میں افغان وزارت دفاع کے ماتحت 215 میوند بریگیڈ کے علاوہ 200 امریکی فوجی بھی تعینات تھے۔ جنوبی افغانستان میں زمینی اور فضائی کارروائیاں یہاں سے کی جاتی ہیں۔ شوراب اڈے میں ایک چھوٹا ہوائی اڈہ، فضائی حدود کنٹرول کرنے کے لیے ریڈار سسٹم اور جدید ٹیکنالوجی کے آلات نصب ہیں۔

طالبان وہاں کس طرح داخل ہو گئے؟ فوجی نکتہ نظر سے ایسے مرکز میں داخل ہونا تقریباً ناممکن ہے، جس کے سکیورٹی انتظامات کی نگرانی کے لیے سات برج قائم ہیں۔ زمین اور فضا سے اس کی حفاظت کے لیے سکیورٹی آلات نصب ہیں۔ طالبان نے اللہ تعالی کی مدد کے ساتھ قابض فوج اور اجرتی فورسز کے خلاف متعدد بار ایسے حیران کن حملے کیے ہیں۔ وہ ایسے محفوظ فوجی اڈوں میں داخل ہوئے ہیں، جو بظاہر ناممکن ہیں۔ شوراب پر ایسے وقت میں حملہ کیا گیا، جب کہ قطر میں امریکا کے ساتھ امن مذاکرات جاری تھے۔ عام طور پر ایسے حالات میں جنگی فریقین ایک دوسرے پر عسکری لحاظ سے فوقیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعے مذاکرات میں سیاسی برتری حاصل کر سکیں۔

طالبان نے شوراب پر کامیاب حملہ کر کے ثابت کر دیا کہ وہ کسی بھی وقت دشمن پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس کارروائی میں دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ مذاکراتی عمل کے دوران حملہ عسکری پیغام کے علاوہ سیاسی پیغام کے حوالے سے بھی اہم ہے۔ اس حملے کا پیغام یہ بھی ہے کہ امریکا کے ساتھ طالبان کے براہ راست مذاکرات ان کی کمزوری اور مجبوری نہیں، بلکہ فوجی لحاظ سے وہ ایک کامیاب فریق کے طور پر مذاکرات کر رہے ہیں۔ ان کا پیغام یہ ہے کہ یہ ملک ہمارا ہے۔ اس میں رہنے کا حق بھی ہمیں حاصل ہے۔ کسی قابض قوت کو یہاں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ عسکری لحاظ سے بھی ایک ایسے محفوظ فوجی اڈے پر چند مجاہدین کا حملہ، جس میں ہزاروں افغان کمانڈوز کے علاوہ سیکڑوں غیر ملکی فوجی بھی موجود تھے، حیران کن ہے۔ اس میں 215 میوند بریگیڈ کے ہزاروں فوجیوں کے علاوہ جدید وسائل اور ٹیکنالوجی سے لیس امریکی فوجی بھی تعینات اور فوجی کارروائیوں میں دن رات مصروف ہیں۔

یہاں غیر ملکی فوجیوں کے علاوہ 215 میوند بریگیڈ کے فوجیوں کی تعداد 36 ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ اگر اس میں سکیورٹی اہل کاروں اور غیر ملکی فوجیوں کی تعداد بھی شامل کی جائے تو 40 ہزار تک پہنچ جائے گی۔

حیران کن بات یہ ہے کہ 9 فدائی مجاہدین نے کس طرح تین دن ان چالیس ہزار فوجیوں کو مصروف رکھا؟ ان 9 فدائی مجاہدین نے چار سو کے قریب افغان اور غیر ملکی فوجیوں کو ہلاک کیا۔ انہوں نے جدید طیاروں کے علاوہ ہزاروں ٹینکوں، جدید ہتھیاروں اور فوجی گاڑیوں کے باوجود دشمن کو سرنگوں کر دیا۔ بلا شبہ یہ کارروائی کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔ موجودہ دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

یہ اللہ تعالی کی مدد اور مجاہدین کی جانثاری اور فداکاری کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالی ان کی قربانیاں قبول فرمائے۔

سیف العادل احرار

مارچ میں مجاہدین کی فتوحات

برف باری اور شدید سردی کے باوجود قابض امریکی فوج اور کابل انتظامیہ کے خلاف مجاہدین کی کامیاب کارروائیاں جاری رہیں۔ مجاہدین نے یکم مارچ سے تا دم تحریر 24 مارچ تک دشمن پر سیکڑوں چھوٹے اور بڑے حملے کیے۔ جن میں قابض اور کٹھ پتلی دشمن کو بھاری جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ ایک اندازے کے مطابق 24 دن میں ڈیڑھ سو قابض امریکی فوجیوں کے علاوہ 12 سو سے زائد افغان اہل کار ہلاک اور سیکڑوں زخمی ہوئے ہیں۔ ان فاتحانہ کارروائیوں میں درجنوں فوجی اڈے اور چوکیاں فتح کرنے کے علاوہ بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود بھی غنیمت میں ملا ہے۔ دو سو سے زائد فوجی گرفتار ہوئے۔ چند اہم واقعات کی ایک جھلک قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ مزید تفصیلات کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجیے۔

یکم مارچ کو 9 فدائی مجاہدین نے ہلمند میں قابض امریکی فوج کے سب سے بڑے فوجی اڈے شوراب میں دشمن پر ہلاکت خیز حملے کیے۔ 48 گھنٹے جاری رہنے والی اس کارروائی میں 137 امریکی فوجی اور 260 افغان اجرتی قاتل ہلاک ہوئے۔ درجنوں طیارے، ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ کابل انتظامیہ نے متضاد دعوؤں میں 23، 29 اور 50 فوجیوں کی ہلاکت کی تصدیق کی۔ وزارت داخلہ کے ترجمان نے کہا کہ 22 طالبان نے اس کارروائی میں حصہ لیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کارروائی صرف 9 مجاہدین نے انجام دی تھی۔ ایک زخمی اہل کار کے مطابق 'شوراب فوجی اڈے پر قیامت گزری۔' امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے 2 مارچ کو شوراب کارروائی کے اختتام کا اعلان کیا اور اس کارروائی کی مکمل تفصیلات بھی جاری کیں۔ دشمن نے 3 مارچ کو ہلمند کے ضلع سنگین میں مجاہدین کے مورچوں پر چھاپہ مارا۔ جب کہ شدید جھڑپوں میں درجنوں افغان اہل کار ہلاک اور 12 اہل کار گرفتار کر لیے گئے۔

4 مارچ کو قندوز کے ضلع امام صاحب میں ایک بڑا فوجی اڈہ اور تین چوکیاں فتح ہوئیں۔ جس میں 18 فوجی ہلاک، جب کہ 6 اہل کار گرفتار ہوئے۔ 5 مارچ کو تخار کے شہر تالقان کے قریب قرہ ہندو کے علاقے میں دشمن کے پانچ ٹینک تباہ، کمانڈر شمس اللہ سمیت 9 اہل کار ہلاک اور 15 فوجی زخمی ہوئے۔ نیز یہ پورا علاقہ مجاہدین کے کنٹرول آ گیا ہے۔ 6 مارچ کو قندوز کے ضلع قلعہ زال میں ایک فوجی اڈہ فتح اور اس میں تین کمانڈروں سمیت 33 فوجی ہلاک ہوئے۔ 7 مارچ کو زابل کے دارالحکومت قلات اور ضلع میزان میں تین چوکیاں فتح اور 15 اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔ 8 مارچ کو بادغیس کے ضلع مرغاب میں ایک فوجی اڈہ فتح اور اس میں متعدد اہل کار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 9 مارچ کو مزید پیش قدمی کرتے ہوئے مرغاب میں ایک فوجی بیس اور تین چوکیاں فتح کرنے کا اعلان کیا۔ اس کارروائی میں 20 فوجی ہلاک اور 28 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے 10 مارچ کو متعدد چوکیاں فتح اور 16 اہل کاروں کو ہلاک کر دیا۔

مجاہدین نے 11 مارچ کو دشمن پر تابڑتوڑ حملے کرتے ہوئے تین صوبوں بغلان، فراہ اور بادغیس میں ایک فوجی اڈہ اور پانچ چوکیاں فتح کرنے کا اعلان کیا۔ ان کارروائیوں میں 57 فوجی ہلاک، 12 زخمی اور 8 اہل کار گرفتار کیے گئے۔ 13 مارچ کو بغلان میں دشمن کی چوکیوں پر حملے میں 11 افغان اہل کار ہوئے، جب کہ 6 فوجی گرفتار کیے گئے۔ 14 مارچ کو تین صوبوں بادغیس، قندوز اور سرپل میں ایک فوجی بیس اور 6 چوکیاں فتح ہوئیں۔ جب کہ 26 اہل کار ہلاک، 19 زخمی اور 2 گرفتار ہوئے۔ 15 مارچ کو بادغیس کے ضلع بالامرغاب میں دشمن کے ٹھکانوں پر حملے کیے گئے۔ جن کے نتیجے میں فوجی بیس اور 15 چوکیاں فتح، درجنوں فوجی ہلاک اور 30 اہل کار سرنڈر ہوئے۔

16 مارچ کو بالامرغاب میں مزید پیش قدمی میں دشمن کے تمام 9 فوجی اڈے اور درجنوں چوکیاں فتح ہو گئیں۔ مجاہدین کے حملوں میں درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ 72 اہل کار گرفتار کیے گئے۔ 17 مارچ کو فاریاب کے ضلع قیصار میں دشمن کا ایک فوجی اڈہ اور دو چوکیاں فتح ہوئیں۔ 21 فوجی ہلاک اور چار اہل کار گرفتار ہوئے۔ 18 مارچ کو زابل کے دو اضلاع میں دشمن کی تین چوکیاں فتح اور متعدد اہل کار ہلاک ہو گئے۔ 19 مارچ کو امارت اسلامیہ کی قیادت کے حکم پر بادغیس کے ضلع بالامرغاب میں گرفتار 58 اہل کاروں کو رہا کر دیا گیا۔ 20 مارچ کو تخار کے ضلع درقد میں ایک چوکی فتح اور متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 21 مارچ کو قندوز کے دارالحکومت کے مضافات میں مجاہدین اور دشمن کے درمیان شدید جھڑپوں میں 5 امریکی فوجیوں سمیت 13 افغان اہل کار ہلاک، 7 امریکی فوجیوں سمیت 11 اہل کار زخمی ہوئے۔ 22 مارچ کو ہلمند کے ضلع سنگین میں مجید چوک اور موبائل مرکز کے علاقوں میں دشمن پر شدید حملے کیے گئے۔ جن میں دو فوجی اڈے فتح اور 52 فوجی ہلاک، جب کہ 11 اہل کار زخمی ہو گئے۔ 23 مارچ کو کاپیسا کے ضلع نجراب میں کچھ کارروائیوں میں دشمن کی 45 چوکیاں اور افغانیہ، پیچقان اور غین نامی درے فتح ہوئے۔ ان کارروائیوں میں 31 اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ ہلمند کے ضلع سنگین میں دو چوکیاں فتح اور ان میں 52 اہل کار ہلاک ہوئے۔ جب کہ رکن پارلیمنٹ ہاشم الکوزئی نے دعویٰ کیا کہ طالبان کے حملوں میں 65 اہل کار ہلاک اور 38 اہل کار زخمی ہوئے ہیں۔ 24 مارچ کو ہلمند کے ضلع مارجہ میں ایک فوجی بیس فتح اور اس میں 25 فوجی ہلاک اور 8 اہل کار زخمی ہوئے۔

محمد افغان

شاہی کوٹ سے شوراب تک

جس وقت ہلمند میں شوراب ایئر بیس پر حملہ ہوا تھا، اس سے 18 برس قبل اسی رات مجاہدین نے قابض امریکی فوج کے خلاف صوبہ پکتیا کے علاقے شاہی کوٹ میں معرکہ شروع کیا تھا۔ اٹھارہ برس کے بعد اسی رات مجاہدین نے ہلمند میں دشمن کے سب سے بڑے فوجی اڈے شوراب پر ہلاکت خیز حملہ کیا۔ مجھے اٹھارہ برس قبل کا معرکہ بھی یاد ہے۔ تب دنیا کے 48 ممالک نے کئی ایٹمی طاقتوں کے ہمراہ غریب اور جنگ زدہ افغانستان پر جارحیت کی تھی۔ فضائی اور زمینی راستوں سے حملہ کیا تھا۔ زہریلے ہتھیاروں اور خطرناک بموں کے ساتھ دشمن نے نہتے شہریوں کے خلاف جنگ کا آغاز کیا۔ انسانیت سوز مظالم کے ذریعے مجاہدین کو پسپائی پر مجبور کیا۔ ملک کی فضا پر امریکی طیاروں اور زمین پر صلیبی افواج اور ان کے غلاموں نے قبضہ کر لیا۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ زمینی اور فضائی جارحیت کے ساتھ بہت سے لوگ ذہنی طور پر مسخر اور مرعوب ہوگئے۔ بہت سے لوگ ضمیر فروش اور ملک دشمن بن گئے۔ امریکی ٹیکنالوجی اور طاقت سے اتنے مرعوب ہوئے کہ مزاحمت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ حتی کہ سابق جہادی لیڈروں اور ان کے حامیوں نے اپنے تمام عقائد اور رویوں میں تبدیلی پیدا کر لی۔ اللہ تعالی کی مدد کے وعدوں کو بھلا دیا۔ آزمائش کے فلسفے پر تصانیف کرنے والے خود آزمائش میں مبتلا ہوگئے۔ اپنے ماضی کے فکری اور نظریاتی مشن کے برعکس پالیسی اختیار کی اور 21 ویں صدی کے سفاک قاتل جارج بش کے کردار کو معیارِ حق سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوگئے۔

مایوسی کے اس ہنگام خیز لمحات میں اعصاب شکن معرکے، اضطراب اور بے چینی کی اس صورت حال میں اللہ تعالی کے مخلص اور وفادار مومن بندے موجود تھے، وہی پر عزم تھے۔ ان کے حوصلے بلند تھے۔ وہ اللہ تعالی کی مدد پر غیر متزلزل یقین رکھتے۔ تھے انہوں نے اللہ تعالی کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے کافر دشمن کا مقابلہ شروع کیا۔ غازیوں کی ایک چھوٹی سی تعداد شاہی کوٹ کے پہاڑ سلیمان بابا میں جمع ہوئی۔ وہ تب پوری دنیا کے خلاف ایک بلاک قائم کر رہی تھی۔ دنیا امریکا کی طاقت سے مرعوب تھی اور بش کے حکم کی تعمیل کر رہی تھی۔ اس کے خلاف اللہ کے چند سچے مومنوں نے اللہ کی مدد پر یقین رکھتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ اللہ کا وعدہ سچ ثابت کر کے دکھائیں گے۔ سپر پاور کو اللہ کی مدد سے شکست فاش دیں گے۔

18 برس قبل امریکی فوج نے بھاری بمباری کے ساتھ شاہی کوٹ کے درے میں مجاہدین کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا۔ امریکی میڈیا نے پروپیگنڈا کیا کہ مجاہدین کا آخری ٹھکانہ بھی بہت جلد ختم کر کے طالبان کا نام و نشان مٹا دیں گے۔ اللہ تعالی کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ امریکی غرور کے مقابلے میں چند ضعیف اور کمزور لوگوں نے اللہ کی مدد سے ٹیکنالوجی اور دنیا کی واحد سپر پاور کو شکست دے کر اللہ کا وعدہ سچ ثابت کر دیا۔ اسی معرکے کے ساتھ مغرور دشمن کا زوال اور مجاہدین کا عروج شروع ہوا۔ ہم دیکھ رہے ہیں 18 برس کے بعد شوراب کے فوجی اڈے میں محصور دشمن کو تاریخی سبق ملا۔ دوسری جانب قطر میں امریکی فوجی انخلا کے اہم موضوع پر بھی مذاکرات جاری ہیں۔

18 برس کے دوران اسلام اور کفر کے درمیان جو معرکہ ہوا، بلاشبہ اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ مجاہدین نے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے جانوں کو اسلام اور وطن پر نچھاور کرتے ہوئے لازوال قربانیوں کے نتیجے میں 48 ممالک کی قابض فوج کو شکست دی۔ 18 برس کے معرکے کی یوں تعبیر کی جائے تو بہتر ہے کہ 'یہاں ایمان کی قوت نے ٹیکنالوجی کو شکست دے دی۔ ثابت ہوا کہ مادی طاقت اور وسائل کے بجائے ایمانی قوت کو فوقیت حاصل ہے۔'

فرعونی طاقتوں کے خلاف ہمارے مخلص مجاہدین نے اس معرکے میں قابل قدر سرمایہ کاری کی ہے۔ اسلامی تاریخ کے لکھاریوں، دانشوروں اور مبصرین کو چاہیے وہ اس معرکے سے ایمانی قوت کے اسباق نکال کر درسی کتب میں شامل کریں۔ تمام تر تفصیلات کے ساتھ اس کو تاریخ کے اوراق میں محفوظ رکھیں، تاکہ آئندہ نسل اس سے رہنمائی حاصل کرے۔

معین احمد معین

امریکا جہاد کی برکت سے ہارا

جارحیت کے خلاف افغان عوام کی بے مثال مزاحمت اور بے دریغ قربانیوں نے امریکا کو جھکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ براہ راست مذاکرات پر تیار ہو گیا ہے۔ اب تک اس مذاکراتی سلسلے کے کچھ مراحل کامیابی سے مکمل ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ یہ بڑی کامیابی اور تاریخی لحاظ سے افغان عوام کے لیے فخر کا مقام ہے۔ یہ فخر اللہ تعالی کی نصرت، افغان شہداء، زخمیوں، قیدیوں اور دیگر سرفروشیوں کا ثمرہ ہے۔ جارحیت پسندوں کے خلاف اٹھارہ سالہ جہاد کی کامیابی اللہ تعالی کی نصرت اور افغان عوام کی حمایت کے نتیجے میں سامنے آئی ہے۔

ان کامیابیوں کے نتیجے میں مستقبل میں ملک کا جو نظام بنے گا، وہ پوری قوم کے اسلامی اور قومی ارمانوں کی تکمیل کرے گا۔ اس میں پوری قوم کے تمام طبقات کی نمائندگی ہو گی۔ ان کے حقوق کی رعایت ہو گی۔ معاشرے میں سیاسی اور معاشرتی حیثیت سے ان کی قدر کی جائے گی۔ جارحیت پسند امریکا نے انتہائی وحشت سے افغانستان پر درندگی کی ہے۔ افغانستان پر وحشیانہ جارحیت کے دوران امریکا کے 4 ہزار فوجی ہلاک اور 20 ہزار سے زائد زخمی ہوئے ہیں۔ کئی ٹریلین ڈالر برباد ہو گئے۔ تمام تر جانی و مالی نقصان کے باوجود افغان عوام کی مزاحمت کم نہ کی جا سکی۔ یہ دن بدن اتنی مضبوط ہو گئی کہ نہ صرف امریکی جنرلز کا غرور ٹوٹا، بلکہ 48 ممالک کا مسلح اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس عسکری اتحاد بھی ناکام ہو کر رہ گیا۔ امریکا اب افغانستان سے اپنے باعزت انخلا کی تلاش میں ہے۔

اٹھارہ سالہ جارحیت اور زور آزمائی کے بعد امریکا کو افغانستان کی ناکام جنگ کے خاتمے اور افغانستان میں جارحیت کے خاتمے کا خیال آیا ہے۔ یہ بھی اچھا موقع ہے۔ امریکا کے لیے یہ بہترین فیصلہ ہے۔ تاریخی لحاظ سے افغان عوام امریکا سمیت پوری دنیا کے محسن ہیں۔ اسّی کی دہائی میں افغان جہاد اور قربانیوں کی برکت سے پوری دنیا کمیونزم کے خطرات سے محفوظ رہی۔ خصوصاً امریکا افغان جہاد کی برکت سے یک قطبی دنیا کے مقام تک جا پہنچا۔ امریکا اپنی بد قسمتی سے اپنے محسن افغانوں کے احسان کا بدلہ چکانے کے بجائے اُنھی کا خون کرنے افغانستان آ دھمکا۔ مذاکرات کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کی جانب سے امریکا کے ساتھ دوطرفہ تعامل کا صفحہ کھولا گیا ہے۔ امریکا کو جارحیت کے دوران ہونے والے تمام نقصانات کا ادھوراپن ختم کرنا چاہیے۔ امریکی جارحیت کے دوران جس نے بھی افغان عوام سے منفی یا مثبت سلوک کیا ہے، افغانوں کو اس کا ادراک ہے۔ اب جارحیت کے بعد افغانستان میں امارت اسلامیہ کا تعامل ہر کسی سے دوطرفہ احترام کی بنیاد پر ہو گا۔ افغان عوام جس طرح اپنے ملک کی آزادی، خودمختاری اور خوش حالی چاہتے ہیں، وہ اسی طرح افغانستان کے پڑوسی ممالک، خطے اور پوری دنیا کے لیے امن اور خوش حالی چاہتے ہیں۔

مسلمان کا تعلق جس نسل سے بھی ہو اور دنیا کے جس جغرافیے میں بھی رہتا ہو، سب ایک اللہ کے بندے اور ایک دین کے پیروکار ہیں۔ افغانستان امت مسلمہ کا ایک نہ الگ ہونے والا حصہ ہے۔ چوں کہ افغانوں نے اسلام کے دفاع میں بہت تکالیف اٹھائی ہیں، اس لیے افغانستان کی تعمیر نو اور افغان عوام سے تعاون پوری امت مسلمہ کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ افغان عوام کو امید ہے پوری اسلامی دنیا افغانستان کی تعمیر نو میں اپنا حصہ ڈالے گی اور پریشان حال افغان شہریوں کو ان کے ملک کے لیے ہمہ پہلو تعاون میں مدد فراہم کرے گی۔

قاری حبیب

اشرف غنی افغان تاریخ کا مجرم

کابل کٹھ پتلی صدر اشرف غنی ان دنوں اپنے ہی ملک کے سیاسی رقیبوں اور غیر ملکی آقاؤں کے دباؤ اور قطر میں مذاکرات کے عمل میں مکمل طور پر نظر اندازکیے جانے کی وجہ سے شدید اضطراب کا شکار ہیں۔ یہی وجہ ہے اب انہوں نے ایسی کارروائیوں کی طرف رخ کیا ہے، جن سے ان کے اسلام دشمن اور افغان دشمن ہونے میں کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہا۔ اشرف غنی ایک جانب مذہبی شعائر کی توہین میں مصروف ہیں اور آئے دن مدارس اور مساجد شہید کی جارہی ہیں۔ رات کے وقت سرچ آپریشن کے نام پر بمباریوں کے دوران مذہبی شعائر کی توہین کی جاتی ہے۔ طلبا اور علما کو خاص طور پر شہید کیا جارہا ہے۔

> اشرف غنی یہ بات یاد رکھیں کہ تاریخ ایک بے رحم قاضی ہے۔ تاریخ آپ کے کارہائے بد کی وجہ سے آپ کا نام شاہ شجاع، یعقوب خان اور ببرک کارمل کی لسٹ میں شامل کرے گی۔ ہمیں معلوم ہے آپ نے اپنی تمام تر توانائیاں امریکی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔ امریکا کے ساتھ امن معاہدے کے نام پر افغانستان پر قبضے کا اجازت نامہ بھی آپ ہی نے دیا تھا۔ مگر وہ دن دور نہیں، جب ان تمام مظالم کی وجہ سے آپ کی زبان کو لگام ڈالی جائے گی۔ ان شاءاللہ

اشرف غنی کی دین اسلام کے ساتھ دشمنی کی وجہ تو معلوم ہے کہ وہ ایک ایسے افغان نژاد امریکی ہیں، جن کی صرف پیدائش افغانستان میں ہوئی ہے۔ اُن کا بچپن، لڑکپن، جوانی اور کافی حد تک بڑھاپا بھی امریکا میں گزرا ہے۔ وہ امریکی ماحول میں پروان چڑھے۔ وہاں کی آب وہوا اور غذا سے نشوونما پائی۔ ان کی فکری تربیت بھی امریکی کالجز اور یونی ورسٹیوں میں ہوئی۔ ان کی شخصیت اور کردار کی تعمیر میں امریکی ذہن سازوں کا ہاتھ کارفرما ہے۔ ان کی بیوی یہودی ہے۔ ان کے بچے امریکی شہریت کے حامل ہیں۔ بچوں کے مذہب کے بارے میں مصدقہ معلومات فراہم نہیں ہوسکیں۔ ان کے بچوں نے خواب میں بھی افغانستان نہیں دیکھا ہوا۔ مزید یہ کہ اُنہیں افغانستان سے اپنا تعلق جوڑنے میں بھی کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ جس شخص کی پوری زندگی کفار کے زیر تربیت گزری ہو، اس سے صرف کفار کی خدمت کی ہی توقع کی جاسکتی ہے۔

دوسری جانب اشرف غنی کے تمام پیروکار ہمیشہ افغانیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ خود کو محب وطن افغان ثابت کرنے کے لیے جھوٹے نعرے لگاتے ہیں۔ تاکہ افغان عوام کو بے وقوف بنایا جا سکے۔ حال ہی میں اشرف غنی نے صوبہ کنڑ کے دورے کے دوران افغانستان کی زرین تاریخ کی قابل فخر شخصیت بانی افغانستان احمد شاہ ابدالی کے کارناموں کے بارے میں نازیبا زبان استعمال کرتے ہوئے احمد شاہ ابدالی کو ظالم کہا اور یہ کہ انہوں نے ظلم کر کے اقتدار حاصل کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے اشرف غنی ایک جانب افغانوں کی دینی اقدار کے دشمن ہیں، جب کہ دوسری جانب ہماری قومی تاریخ کی عظیم شخصیات کی بھی توہین کرتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے اشرف غنی نے صرف اس وجہ سے احمد شاہ بابا کے خلاف

غلط زبان استعمال کی ہے کہ احمد شاہ بابا اپنے وقت کے ایک متقی مسلمان، عالم اور مجاہد حکمران تھے۔ انہیں کفر اور بے دینی سے شدید نفرت تھی۔ وہ اپنے دربار اور ملک کے اہم فیصلے علمائے کرام سے مشاورت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی حکمرانی کے دوران اسلامی قانون کا نفاذ عمل میں لایا تھا۔ دنیا کے ہر کونے میں مظلوم مسلمانوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے حتی الوسع ان کی مدد کو پہنچتے تھے۔ جس کی واضح مثال ہندوستان میں اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد اسلامی حکومت کی کمزوری کے دوران ہندو اور مرہٹے مل کر مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوئے اور ہندوستان کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا تو تب کے عظیم مفسر اور مصلح حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے احمد شاہ بابا کے نام ایک خط لکھا۔ اُن سے ہندوستان آنے اور مسلمانوں کی مدد کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت زار کی خبر ملتے ہی احمد شاہ ابدالی نے دینی اور جہادی جذبے کے تحت اپنے لشکر کے ساتھ ہندوستان کا رخ کیا۔ پانی پت کے میدان میں ان کا سامنا مرہٹوں کے ایک بڑے لشکر سے ہوا۔ انہوں نے مرہٹوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ مرہٹوں کو شکست دی اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے ظلم وستم سے نجات دلائی۔

اشرف غنی جیسے شخص کی تمام تر جدوجہد مادی مفادات کے حصول کے لیے ہے۔ وہ ہندوستان پر احمد شاہ بابا کے حملے کو بھی مادی مفادات کا حصول سمجھتے ہیں۔ اشرف غنی کے مطابق احمد شاہ ابدالی ہندوؤں کے مندروں کا سونا چاندی حاصل کرنے کے لیے ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی ایک مومن اور مجاہد حکمران تھے۔ وہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی وجہ سے ہندوستان گئے۔ تاکہ مسلمانوں کی سلطنت کو مرہٹوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچایا جائے۔ احمد شاہ ابدالی کے فرزند تیمور شاہ اور نواسا زمان شاہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے افغانستان سمیت ہندوستان کو بھی انگریز، فرانس اور دوسری مغربی قوتوں کے قبضے سے محفوظ رکھا۔ موجودہ افغانستان میں بیٹھی کفار کی کٹھ پتلی کو دیکھ کر ایک بار پھر شاہ شجاع کی یاد تازہ ہو گئی ہے، جس نے اپنی سرزمین کفار کے حوالے کی تھی۔

احمد شاہ ابدالی اپنے دور میں عثمانی خلافت کے ساتھ مکمل تعاون اور خوش گوار تعلقات رکھے ہوئے تھے۔ وہ اُن مغربی کفار کے خلاف مضبوط دیوار تھے، جنہیں آج اشرف غنی نے اپنی سرزمین پر ناجائز طور پر بسایا ہوا ہے۔ احمد شاہ ابدالی اور ان کے خاندان نے صدیوں تک افغانستان کو مغربی جارحیت سے محفوظ رکھا۔ مغرب بھی ان سے لرزہ براندام تھا۔ رومی سلطنت کے دارالحکومت قسطنطنیہ کی فتح کے قابل فخر کارنامے میں بھی ان کا کردار نمایاں ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے لیے عظیم خدمات پر احمد شاہ ابدالی کے خلاف غلط زبان استعمال کرنا امریکی کٹھ پتلی اشرف غنی کو ہی زیب دیتا ہے۔ کیوں کہ اس کی تربیت ہی اسی نہج پر کی گئی ہے۔

اشرف غنی یہ بات یاد رکھیں کہ تاریخ ایک بے رحم قاضی ہے۔ تاریخ آپ کے کارہائے بد کی وجہ سے آپ کا نام شاہ شجاع، یعقوب خان اور ببرک کارمل کی لسٹ میں شامل کرے گی۔ ہمیں معلوم ہے آپ نے اپنی تمام تر توانائیاں امریکی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہیں۔

امریکا کے ساتھ امن معاہدے کے نام پر افغانستان پر قبضے کا اجازت نامہ بھی آپ ہی نے دیا تھا۔ مگر وہ دن دور نہیں، جب ان تمام مظالم کی وجہ سے آپ کی زبان کو لگام ڈالی جائے گی۔

ان شاءاللہ

فرہاد اتل

ماسکو اجلاس کا پیغام

5اور 6فروری کو ماسکو میں مقیم افغانوں کی میزبانی میں ایک بین الافغانی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ یہ ایک تاریخی قدم تھا۔ اس میں امارت اسلامیہ کے نمائندے، تمام تنظیموں کے نمائندے، تجربہ کار سیاسی شخصیات، نمایاں شخصیات اور مختلف طبقات کے نمائندے شریک تھے۔ البتہ کابل انتظامیہ کی نمائندگی کے لیے کسی کو مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ کابل انتظامیہ خود کو کچھ عرصے سے غیر جانب دار قرار دیتی رہی ہے۔ اس نے پوری کوشش کی کہ ماسکو کانفرنس کے انعقاد کا راستہ روک لے۔ باہر کی دنیا میں اسے غیر مؤثر اور ناکام ثابت کر دے۔

ماسکو کانفرنس کا سب سے اہم اور نمایاں فریق طالبان تھے۔ دوسرا نمایاں فریق حامد کرزئی کی قیادت میں مختلف تنظیموں، سیاسی رہنماؤں اور نمایاں شخصیات کا وفد تھا، جسے میڈیا کابل انتظامیہ کا بڑا سیاسی مخالف اور اپوزیشن بھی قرار دیتا ہے۔ بلاشبہ یہ افغان رہنماؤں کے درمیان براہ راست مکالمے کا پہلا مرحلہ تھا۔ اس حوالے سے کافی حد تک خدشات بھی موجود تھے۔ اس میں فکر، مزاج اور اہداف کے حوالے سے مختلف اور متفرق لوگ مدعو تھے۔ اس لیے خدشہ تھا مختلف اذہان، مزاجوں اور مختلف طبعیتوں کے سیاسی لوگ کسی نتیجے پر پہنچے بغیر بہت جلد ہنگامہ برپا کر دیں گے۔ کانفرنس کے آغاز سے کچھ دیر قبل کانفرنس ہال میں مختلف طبقات کے لوگ پہنچ رہے تھے، وہاں محارب فریقوں کے لوگ اور نمائندے جس اسلامی جذبے اور افغان روایت کے تحت ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے، دنیا کے لیے یہ منظر قابل دید تھا۔ وہ تمام خدشات اور اندیشے غلط ثابت ہو گئے، جو کانفرنس سے قبل بہت سے لوگوں نے ظاہر کیے تھے۔ کانفرنس ہال میں اعتماد بھری فضا اور ایک دوسرے کے خطاب کے لیے احترام کے الفاظ اور کلمات نے جنگ زدہ افغان عوام کے دلوں میں اور بھی امیدیں جگا دی ہیں۔ انہیں امیدیں محسوس ہوئی ہیں کہ اگر واقعتاً مذاکرات کے ذریعے افغانوں کو اپنے مسائل حل کرنے دیا جائے تو وہ اس مسئلے کا حل نکال سکتے ہیں۔ افغان عوام کی توقعات کے مطابق اجلاس کے آخری روز تمام طبقات کی رضامندی سے جو اعلامیہ پیش کیا گیا، بلا مبالغہ وہ ایک تاریخی اعلامیہ تھا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ افغان شہری آپس میں ایک ہو کر جنگ کا خاتمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف برداشت کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اعلامیے کی چند اہم شقیں قارئین کی نذر کی جاتی ہیں:

- اسلامی نظام کا نفاذ اور قومی اقدار کا دفاع اہم ہے۔ افغانستان میں اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے نظام کے نفاذ پر تمام فریقوں نے مکمل اتفاق ظاہر کیا۔ سب نے قومی اقدار اور افغان سرزمین کے تحفظ کے عزائم کا اظہار کیا۔
- افغانستان سے بیرونی جارحیت پسندوں کے انخلا کے حوالے سے تمام فریقوں کا اتفاقِ رائے ہے۔ جس پر تمام شرکا نے بیک آواز بیرونی فوج کے انخلا کا مطالبہ کیا۔ ثابت ہوا کہ افغانستان سے بیرونی فوج کا انخلا نہ صرف طالبان سمیت پوری قوم کا مطالبہ ہے۔
- قطر میں امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان مذاکرات کے سلسلے پر تمام شرکا نے حمایت کا اعلان کیا ہے۔ کانفرنس کا اعلامیہ ظاہر کرتا ہے ماسکو کانفرنس کے تمام شرکا طالبان اور امریکا کے درمیان بات چیت کے رواں سلسلے پر اعتماد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں کابل انتظامیہ کے اس موقف کو شدت سے مسترد کر دیا گیا، جس میں طالبان امریکا مذاکرات کی مخالفت کی گئی تھی۔
- امارت اسلامیہ کے قطر کے سیاسی دفتر کو باقاعدہ تسلیم کیا گیا۔ اس کی اشرف غنی انتظامیہ نے مخالفت کی تھی۔ کانفرنس کے تمام شرکا نے امارت اسلامیہ کے اس مطالبے کی حمایت کی ہے۔
- قیدیوں سے متعلق اعلامیے میں درج ہے کہ جو قیدی زیادہ عمر والے ہیں یا وہ مریض ہیں یا جن کی قید کا دورانیہ مکمل ہو چکا ہے، وہ پھر بھی جیلوں میں ہیں، انہیں بلا کسی تاخیر رہا کر دیا جائے۔
- امارت اسلامیہ 'افغان آئین' نامی مسودے کو غیر شرعی قرار دیتی ہے اور اسے جارحیت کا نتیجہ قرار دیتی ہے۔ ماسکو اجلاس کے شرکا نے بھی تسلیم کیا کہ اس آئینی مسودے میں واقعتاً مسائل ہیں۔ وقت کے ساتھ اس کی اصلاح اور تدوین کی جائے گی۔

معروضی نگاہ سے دیکھا جائے تو مخالف فریق نے امارت اسلامیہ کا موقف تسلیم کر لیا ہے۔ اس پر اتفاق رائے ظاہر کیا ہے۔ یہ کانفرنس افغانستان اور افغان عوام کی مرجھائی ہوئی امیدوں کو تازگی بخشنے کا سبب بنے گی۔ یقین ہے مستقبل میں بھی افغان عوام آپس میں خلوص، برداشت اور ایک دوسرے کو تسلیم کرتے ہوئے یک جان ہوں گے تو اس کے نتائج اس سے بھی بہتر ہوں گے۔ افغانستان کے مستقبل پر اس کے مثبت اثرات ہوں گے۔ مجموعی طور پر ماسکو اجلاس افغان عوام کے درمیان افغان تاریخ میں ایک مثبت پیش رفت اور مستقبل سے متعلق مثبت پیغام ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ مستقبل میں ایسی بین الافغان ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہے، تاکہ حقیقی امن کے قیام میں ایک دوسرے کو اطمینان بخش نتائج دیے جا سکیں۔

ڈاکٹر عمر منصور

طالبان کی سیاسی وعسکری فوقیت

جس طرح اسلامی نظام کا نفاذ ہر مسلمان کی دیرینہ خواہش ہے، ایسے ہی اسلامی نظام کا خاتمہ اور مسلمانوں کی ہتکِ عزت کفار کی ازلی آرزو ہے۔ شکست و فتح کے مادی اسباب سے قطع نظر کچھ خدائی سُنتیں ایسی ہیں، جو تاریخ میں بار بار دُہرائی جاتی ہیں۔ مدینہ میں منافقین اور یہودیوں کے ساتھ مل کر سازشوں اور بدر و احد کے بعد خندق کے معرکوں سے مشرکین کی دلوں میں اسلامی قوت کی دھاک بیٹھ چکی تھی۔ اللہ تعالی نے سیاسی بالغ نظری اور ہمہ جہت سوچ کی خاطر صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کو جزیرۃ العرب اور عالمی قوتوں کے سامنے ایک سیاسی و عسکری طاقت کے طور پر متعارف کرایا، تاکہ میدانِ جنگ میں شمشیر چلانے والے، سیاسی جنگوں کے بھی ماہر ہوں اور اللہ تعالی کے نام کو ہر جگہ بلند کریں۔

خدائی نظام ہر دور میں رواں رہتا ہے۔ جس طرح غزوہ احزاب میں اندرونی و بیرونی سازشوں نے مدینے کو گھیر لیا تھا اور مسلمانوں کے پاس خندق کھودنے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا، اسی طرح گیارہ ستمبر کے بعد دنیا بھر نے افغان عوام کو جنگ میں دھکیل دیا۔ جنگِ خندق میں مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست کے وہ مناظر امارت اسلامیہ کے جانبازوں مجاہدوں نے دوبارہ سے تازہ کر دیے ہیں۔ اسی طرح صلح حدیبیہ میں کفار کے ساتھ کچھ شرائط پر صلح ہوئی، جن میں بعض اولوالعزم مسلمانوں کو وقتی طور پر کچھ مشکل سا محسوس ہوا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دقتِ نظری چند ماہ بعد درست ثابت ہوئی اور فتح خیبر کے ساتھ ساتھ فتح مکہ کا دن دیکھنے کو ملا۔

خدائی نظام ہر دور میں رواں رہتا ہے۔ جس طرح غزوہ احزاب میں اندرونی و بیرونی سازشوں نے مدینے کو گھیر لیا تھا اور مسلمانوں کے پاس خندق کھودنے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا، اسی طرح گیارہ ستمبر کے بعد دنیا بھر نے افغان عوام کو جنگ میں دھکیل دیا۔ جنگِ خندق میں مسلمانوں کی فتح اور کفار کی شکست کے وہ مناظر امارت اسلامیہ کے جانبازوں مجاہدوں نے دوبارہ سے تازہ کر دیے ہیں۔

اس بار مذاکرات میں طالبان کی شرائط دوٹوک ہونے اور اپنے مقصد سے نہ ہٹنے کی وجہ سے ہر خاص و عام ان کی تائید میں رطب اللسان ہے۔ سیاسی ہمت اور لسانی لطافت نے عالم اسلام اور اقوام عالم پر یہ بات ثابت کر دی ہے کہ طالبان صرف ایک عسکری جماعت نہیں، بلکہ وہ ہر لمحہ اپنے عوام کے خدمت گزار ہیں۔ وہ مال و متاع کے لالچ سے کوسوں دور ہیں۔

انہیں عہدوں کا کوئی لالچ نہیں ہے۔ دنیا کے ساتھ معاملات کرنے کا جو ڈھنگ طالبان کے پاس ہے، نامور اہلِ حل و عقد اس پر انگشت بدنداں ہیں۔ وہ طالبان کی سیاسی و عسکری فوقیت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکے۔ وہ وقت دور نہیں، جب فتح مکہ اور یرموک و قادسیہ کی یادیں پھر سے تازہ ہو جائیں گی۔

وال اسٹریٹ

ملا محمد عمر کے آخری ایام

امریکا کے ایک موقر جریدے وال اسٹریٹ جرنل نے 10 مارچ کو مرحوم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے بارے میں اپنی ایک رپورٹ میں لکھا کہ 'ملا عمر زندگی کے آخری ایام تک افغانستان کے ایک جنوبی صوبے میں امریکی فوجی اڈے کے قریب خفیہ طور پر رہائش پذیر تھے۔ امریکی انٹیلی جنس سمیت افغان انٹیلی جنس ادارے ان کی رہائش بارے غلط معلومات رکھتے تھے۔ وال اسٹریٹ جرنل کے مطابق سی آئی اے اور دوسرے انٹیلی جنس ادارے ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ ملا عمر پاکستان میں روپوش ہیں۔ وال اسٹریٹ جرنل کی یہ رپورٹ 'ملا عمر کے آخری ایام' کے عنوان سے منظر عام پر آئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ملا عمر اپنے محافظ ملا عبدالجبار عمری کے ساتھ ان کے گھر میں رہائش پذیر تھے۔ وہ لوگوں سے بہت کم ملتے تھے۔ کبھی کبھار طالبان شوری کے نام پیغامات بھیجتے تھے۔

یہ رپورٹ ایک ڈچ صحافی کی کتاب میں درج معلومات کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ کتاب کا نام 'The secret life of Mullah Umar ' ہے۔ اس کی تیاری میں ان لوگوں کے ساتھ ملاقاتیں بھی کی گئی ہیں، جن کے ملا عمر کے ساتھ قریبی تعلقات تھے۔ جس میں ملا عبدالغنی برادر اور ملا عبدالجبار عمری شامل ہیں۔ رپورٹ کے مطابق امریکا کو اپنے دشمن کے بارے میں ہمیشہ غلط معلومات ملتی رہی ہیں۔ طالبان تحریک کی قیادت کے بارے میں ان کی معلومات ہمیشہ ناقص رہی ہیں۔ دوسری جانب امریکی انٹیلی جنس ادارے سی آئی اے اور وزارت دفاع نے اس رپورٹ پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

افغانستان میں امریکی فوج کے سابق سربراہ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس نے کہا ہے کہ 'یہ ناممکن ہے کہ ملا محمد عمر افغانستان میں رہائش پذیر تھے۔ ورنہ امریکا بڑی آسانی سے اسے نشانہ بناتا۔ کیوں کہ ہماری رسائی پورے افغانستان تک تھی۔ یہ ایک حیران کن بات ہوگی کہ ملا عمر انتا رسک لے کر ہمارے اڈے کے قریب رہ رہے ہوتے۔ کیوں کہ ہم کسی بھی وقت ان کے دروازے پر دستک دے سکتے تھے۔' اخبار مزید لکھتا ہے کہ امریکا کئی سال تک یہ دعوی کرتا رہا کہ طالبان قیادت پاکستان میں چھپی ہوئی ہے۔ پاکستان ہی انہیں سپورٹ کر رہا ہے۔ جب کہ پاکستان ہمیشہ یہ دعوے مسترد کرتا رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق 2001ء کے آواخر میں ملا عمر نے طالبان امور کی تمام تر ذمہ داریاں ملا عبید اللہ اخوند کے سپرد کر دی تھیں۔ وہ خود صوبہ زابل تشریف لے گئے تھے۔ وہ کئی سال تک اس صوبے کے مرکزی شہر قلات میں ایک شخص عبدالصمد استاذ کے گھر میں خفیہ طور پر رہ رہے تھے۔ ایک مرتبہ خصوصی امریکی فوجی دستے نے عبدالصمد استاذ کے گھر پر چھاپہ مارا، لیکن وہ ملا عمر کے خفیہ کمرے تک پہنچنے میں ناکام رہے۔

افغان امور کے ماہر تجزیہ کار برہان عثمان کہتے ہیں 'ملا عمر پاکستان پر اعتماد کرنے کے بارے میں کبھی پُر امید نہیں ہو سکے۔' برہان عثمان کہتے ہیں کہ میری تحقیقات کے مطابق ملا عمر زابل ہی میں رہائش پذیر تھے۔ ہو سکتا ہے ملا عمر کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ پاکستان ایک آلے کے طور پر اُن سے کام لے گا اور ان کی تحریک کا رخ اپنے مفادات کی تکمیل کی طرف موڑ دے گا۔' جب امریکا نے ملا عمر کے خفیہ گھر کے ساتھ ایک فوجی اڈہ تعمیر کیا تو ملا عمر یہاں سے دوسرے ضلع سیوری تشریف لے گئے۔ یہ ملا عمر کا آبائی علاقہ ہے۔ یہاں ملا عبد لجبار عمری نے ان کے لیے ایک کچے مکان کا بندوبست کیا۔ ملا عمر موت تک اپنے ساتھی عبدالجبار عمری کے ساتھ اسی مکان میں مقیم رہے۔ حتی کہ 2013ء میں آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ یہ گھر بھی ایک امریکی فوجی اڈے سے صرف چند میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہاں پر طالبان کے ساتھ لڑائی میں کئی امریکی فوجی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اخبار کے مطابق ملا عمر ضلع سیوری میں مقیم تھے۔ وہ خفیہ طور پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ کبھی کبھار کمرے سے نکل کر دھوپ میں آ کر بیٹھ جاتے۔ عبدالجبار عمری کے مطابق ملا عمر 2013ء میں بیمار ہوئے۔ وہ ڈاکٹر کے پاس نہیں جانا چاہتے تھے۔ وہ علاج کے لیے پاکستان جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بالآخر 2013 ہی میں ان کی وفات ہو گئی۔ انہیں ان کے خاندان نے زابل ہی میں سپرد خاک کیا۔

مولوی عبداللہ

آزادیِ اظہار رائے

آزادی اظہار کے ذریعے صاحبِ حق اپنی بات ارباب اقتدار تک پہنچاتا ہے۔ اس تعریف کی بنیاد پر اظہار رائے کی آزادی ہر انسان کا ایک قانونی اور جائز حق ہے۔ رائے کی آزادی انسانی حقوق کے عالمی قانون مسلم انسانی حق ہے۔ مقدس دینِ اسلام نے 1400 سال قبل رائے کی آزادی تسلیم کی تھی۔ اس کی سب سے بہترین مثال امیر المومنین کے ایک بیان میں دیکھی جاسکتی ہے۔ انہوں نے ایک خاتون کے اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ 'اصابت امرأۃ و أخطاعمر۔' (خاتون نے درست کہااور عمر سے خطا ہوئی۔)

حق یہ ہے کہ اسلام میں ہر دوسرے آسمانی و غیر آسمانی دین سے زیادہ انسانی حقوق کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ان میں میں رائے کی آزادی کا حق بھی شامل ہے۔ اس کے باوجود آج کل دنیا میں جمہوریت کی آزادی کو کچھ لوگ اظہار رائے کی آزادی کہتے ہیں۔ ہمارے دین پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام میں رائے کی آزادی نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں رائے اور فکر، دونوں کی آزادیاں ایک شرعی حد کے اندر ہیں۔ یعنی آزادیِ رائے کے نام پر بے لگامی بھی نہیں ہے۔ اسلام میں داخل ہونے سے قبل ہر انسان کو حق دیا گیا ہے کہ جو بھی دین پسند کرے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

'لا اکراہ فی الدین۔۔'اسلام میں (داخل ہونے کے لیے) کوئی جبر نہیں ہے۔

البتہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرلیتا ہے۔ تب وہ عقیدہ، فکر اور اظہار سب شرعی حدود کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ لہذا اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنا، رائے رکھنا یا کچھ کہنا ممنوع ہو جاتا ہے۔ آزادی اظہار کو عربی میں 'حریۃ التعبیر، حریۃ الرائی اور حریۃ المعتقد' کہا جاتا ہے۔ آزادی اظہار رائے کی جو اصطلاح استعمال کی جاتی ہے، وہ سیکولرازم (لادینیت) کے اصولوں میں سے ایک ہے۔ سیکولرازم کسی قسم کی قید اور حد بندی کو پسند نہیں کرتا۔ اس کی یہی لامحدودیت اسلامی قیودات سے متصادم ہے۔ کسی بھی مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ اپنے دین کے علاوہ کسی اور عقیدے اور نظریے کو اپنائے یا ایسی رائے کا اظہار کرے، جو اسلامی اساسات سے ہٹ کر ہو۔ ایک اور قابل توجہ امری یہ کہ اسلام میں جو کچھ انسان کو دیا گیا ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے، وہ صرف انسانیت کے مفاد اور خسارے کو مد نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔ اسلامی فقہ کا مشہور قانون ہے کہ 'خدائی اوامر و نواہی، سب کا دارو مدار انسانوں کے نفع و نقصان پر رکھا گیا ہے۔' اظہار رائے کی آزادی بھی انسان کو اس حد تک دی گئی ہے، جس میں اس کا فائدہ ہو۔ جہاں اس کا نقصان ہو، وہاں آزادی ختم ہے۔ اس زاویے سے دیکھا جائے تو اسلام کی طرف سے دی گئی آزادی جمہوریت کی آزادی سے زیادہ مفید اور انسانیت کے باعثِ خیر ہے۔

آج کل ایک اور قسم کی آزادی بھی موجود ہے۔ یہ رائے کی وہ آزادی ہے، جس کا معیار حاکم کا مزاج ہوتا ہے۔ یعنی جس بات سے حاکم کو خوشی ہو، اسی کے اظہار کی اجازت ہے۔ جس بات سے وہ ناراض ہو، اس کا اظہار ممنوع ہے۔ اس طرح کی آزادی ظلم و استبداد کو جنم دیتی ہے۔ اس قسم کی 'آزادی' بھی انسانیت کے لیے نقصان دہ ہے۔ آج کل دنیا میں یہ رواج ہے اور لوگ اندھے بہرے ہو کر اس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اسلامی شریعت ایک ایسی آزادی دیتی ہے، جو بالکل لامحدود ہے اور نہ بالکل محدود۔ ایسی آزادی کا معیار اخلاقی، دینی اور انسانی اقدار پر ہے۔ شریعت نے انسان کو یہ ذمہ داری عطا کیا ہے وہ کہ اپنی زبان سے

دیگر لوگوں کو پریشان نہ کرے۔ آزادی اظہار کے پردے میں دوسروں کے عیب نہ تلاش کرے۔ الزام تراشی، جھوٹ اور گالیاں نہ دے۔ اپنی رائے اور بیان سے لوگوں کو نیک طریقے سے نیکی کی جانب بلائے۔

افسوس کی بات ہے کہ جمہوری مسلم ممالک میں لوگ صرف باطل کے اظہار کا حق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی حق کی رائے کا اظہار کرتا ہے، اسے تشدد، جلاوطنی اور قتل کا نشانہ بنایا تاجاتا ہے۔ اسلام نہ صرف اظہار رائے کی آزادی کا حامی ہے، بلکہ اسے ایک عبادت قرار دیتا ہے۔ اس کے اظہار کے لیے لوگوں کو ابھارتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک ظالم حاکم کے سامنے محض زبان کھولنا ہی ہو۔

'اِن من اعظم الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر' (الحدیث) یعنی بڑے جہاد میں سے یہ بھی ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہا جائے۔

جس طرح اظہار رائے کی آزادی ایک ثابت شدہ حق ہے۔ اسی طرح اس کی حدبندی بھی ایک ثابت شدہ اصول ہے۔ آزادی کا یہ معنی نہیں کہ جس کا جیسا جی چاہے، بیان کر دے۔ حق اور باطل کو الگ کیا جانا چاہیے۔ اظہار ایسا نہیں ہونا چاہیے، جو تلخ کلامی، تذلیل، شخصیت کشی، فکری لحاظ سے معاشرے کو منحرف کرنے اور دیگر ایسے مسائل کا باعث ہو۔ دنیا میں کوئی بھی قانون ایسا نہیں ہے، جس میں اظہار کی مکمل آزادی ہو۔ آزادیِ اظہار رائے کچھ حدود اور ضوابط کی روشنی میں تسلیم شدہ ہے۔ اسلامی ممالک کے انسانی حقوق کا اعلامیہ بھی کچھ شرائط پر اصرار کرتا ہے۔ آزادیِ اظہار رائے میں کسی حق کا ناجائز استعمال، اسلامی مقدسات کی توہین، معاشرے میں قائم اقدار کا خلط ملط ہو جانا، معاشرے کی بے ثباتی اور عقائد کا انتشار منع ہے۔ معاشرتی وسیاسی حقوق کے عالمی معاہدے نے بھی اظہار رائے کی آزادی کو قانونی مجبوریوں کا پابند بنایا ہے۔ جیسے لوگوں کے حقوق کا احترام، قومی مفاد، عمومی ڈسپلن اور عمومی اخلاق کا تحفظ وغیرہ۔

فقہائے کرام کے اختلافات بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ اپنی رائے کا آزاد فضا میں بلاکسی تردد کے اظہار کریں۔ البتہ جس سے افراد یا معاشرے کو نقصان پہنچے، اسلامی اور دینی اقدار کی توہین ہو، اسے اظہار رائے کی آزادی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہ ایک فتنہ سمجھا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس جمہوریت میں اس طرح کی قیودات نہیں ہیں۔ اس میں ہر طرح کی بات کو اظہار رائے کہا جاتا ہے۔ جو ان کے مفادات سے ٹکرائے، اس کی اجازت بھی نہیں دیتے۔ اسے غیر قانونی بھی قرار دیتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ آزادی کے مجاہد کو دہشت گرد کہتے ہیں۔ اسلامی احکامات کو دہشت گردی قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کی جانب سے اظہار رائے کی آزادی نہیں ہے۔ اسی طرح جمہوریت میں بے حیائی پھیلانے کو بھی اظہار رائے کی آزادی قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں اس کو بیان کرنا ناجائز عمل ہے۔

درجہ بالا مختصر تشریحات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اظہار رائے کی آزادی ہم اپنے نظام کے لیے ایک باقاعدہ پالیسی کے مطابق ایک تسلیم شدہ اصول کے طور پر جانتے ہیں۔ مگر ان تمام معیارات کے مطابق نہیں جو مغرب نے اس کے لیے وضع کیے ہیں اور صرف اسلامی اقدار کے خاتمے کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ایک اسلامی معاشرے کے طور پر ہمیں ایسی آزادی رکھنی چاہیے، جس میں رعیت یا ایک مظلوم اپنی رائے کی آزادی کا استعمال کرکے آزادانہ طریقے سے حاکم یا کسی دوسرے ظالم سے اپنا حق حاصل کرسکے۔ البتہ یہ سب اس طور پر ہو کہ حاکم کی حیثیت بھی پامال نہ ہو جائے۔ بات کرنے والے کو بھی بات کرنے کی آزادی کا حق دیا جائے اور حاکم کو بھی سننے اور تسلیم کرنے پر متوجہ کیا جائے۔ اسی طرح غلط گفتگو سے لوگوں کو روکا جائے۔ حاکم کو بھی اس کا اختیار ہو کہ بات کرنے والے کی غلط گفتگو پر حدود کا تعین کرے۔

رحیم اللہ افغان

اشرف غنی کی چنگیزیت

جس دن اشرف غنی نے اقتدار سنبھالا۔ انہوں نے اسی دن سے نمائشی۔ فریب پر مبنی پروپیگنڈے اور عوام کو ورغلانے کے لیے خوشنما نعروں کا نیا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے بلند و بانگ دعوے کیے کہ وہ برسر اقتدار آتے ہی ملک میں قیام امن کے لیے کلیدی کردار ادا کریں گے۔ ترقیاتی کاموں کے نامکمل منصوبوں کو مکمل کریں گے۔ وہ اکثر کبھی امان اللہ خان، کبھی سردار داؤد خان اور کبھی دیگر حکمرانوں کے نامکمل مشن مکمل کرنے کے وعدے کرتے دیکھے گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ثابت ہوا کہ اشرف غنی 'غازی امان اللہ خان' کی طرح خود مختار ہیں اور نہ ہی سردار داؤد خان جیسے حب الوطنی کے جذبے سے سرشار اور ملک کی ترقی کے لیے وژن رکھنے والے ہیں۔ موصوف کا نمایاں کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے برسر اقتدار آتے ہی ملک فروخت کرنے کے لیے امریکا کے ساتھ سکیورٹی معاہدہ کیا۔ اسی دن سے قابض امریکی فوج کے ساتھ مل کر نہتے شہریوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

افغانستان میں بہت سے کٹھن حالات گزرے ہیں۔ اس ملک کی تاریخ میں کبھی ایسے حکمران نہیں گزرے، جو بازاروں، مکانات اور عمارتوں کو بلاوجہ تباہ اور مسمار کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہوں۔ بہت پہلے صرف چنگیز خان ایسا سفاک اور ظالم دشمن گزرا ہے، جس نے ماوراء النہر سے افغانستان، ایران، فارس اور قفقاز تک نہ صرف متعدد شہروں کو مسمار اور زمین بوس کیا، بلکہ کئی صدیوں کا علمی سرمایہ بھی لوٹ لیا۔ چنگیزی یلغار کی آٹھویں صدی کے بعد افغانستان پر ایک ظالم اور سفاک قاتل بطور حکمران مسلط ہیں، جو نہ صرف وحشیانہ فضائی حملوں، ظالمانہ کارروائیوں اور چھاپوں میں نہتے شہریوں کے مکانات کو مسمار کر رہے ہیں، بلکہ خواتین اور بچوں کو بھی نشانہ بناتے ہیں۔ والدین کے سامنے نوجوانوں کو چھلنی کرتے ہیں۔ معمر افراد کو جیلوں میں ڈالتے ہیں۔ لوگوں کی قیمتی چیزوں، رقم اور خواتین کے زیورات لوٹتے ہیں۔ وہ کسی قسم کے ظلم سے دریغ نہیں کرتے۔

گزشتہ چند ماہ سے ہر روز یہ خبر ضرور ملتی ہے کہ گزشتہ رات قابض امریکی فوج اور افغان فورسز نے چھاپہ مارا، مکانات دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیے۔ خواتین اور بچوں سمیت متعدد افراد کو شہید کیا اور کئی افراد کو حراست میں لے لیا۔ ان دنوں مختلف علاقوں میں برف باری ہوئی ہے۔ شدید سردی میں مظلوم شہریوں کو گھروں سے باہر نکال کر ان پر تشدد کیا جاتا ہے۔ یہ روز کا معمول بن چکا ہے۔ یہ ایک دن، ایک ہفتے یا ایک مہینے کی داستان نہیں ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ مختلف علاقوں میں دشمن کی یہ ظالمانہ کارروائیاں جاری ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ کہیں زیادہ اور کہیں کم ہیں۔ گھروں کے ساتھ مساجد کو بھی نشانہ بنایا جاتا ہے۔ غزنی کے ضلع دہ یک، شلگر، میدان وردگ کے ضلع جلگہ اور دیگر صوبوں میں دینی مدارس کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ کاپیسا کے ضلع تگاب میں دشمن نے شیخ الاسلام مولوی حمید اللہ اخوندزادہ کے قدیم مدرسے جامعہ حمید المدارس کو آگ لگا دی۔

یہ صرف شہریوں کے مکانات اور مساجد نہیں ہیں، جو اشرف غنی کی چنگیزی مہم کی ظالمانہ کارروائیوں کے نشانے پر ہیں، بلکہ دیگر عمارات بھی محفوظ نہیں ہیں۔ حال ہی میں اشرف غنی کے جرائم پیشہ عناصر نے غزنی کے ضلع گیلان میں ایک ہسپتال مسمار کیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں دکانوں اور بازاروں کو جلایا گیا ہے۔ غزنی کے دارالحکومت کے قریب قرہ باغ میں اہل تشیع کی ایک امام بارگاہ کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا گیا ہے۔ دوسری جانب بمباریوں اور حملوں کے علاوہ ڈرون حملوں میں بھی نہتے شہریوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ غزنی کے قرہ باغ اور واغز میں دینی مدرسے کے طلبا پر ڈرون حملہ کیا گیا۔ میدان وردگ میں شیخ آباد اور غزنی کے واغز میں شکاریوں کو نشانہ بنایا گیا۔

اشرف غنی کی کٹھ پتلی حکومت اور قابض فوج نے ان ظالمانہ کارروائیوں اور حملوں کے ذریعے چنگیزی دور کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ان ظالمانہ کارروائیوں کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل اور بہانہ نہیں ہے۔ ان کارروائیوں کے نتیجے میں عوام مزید مشتعل اور دشمن کے خلاف ان کی نفرت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں غزنی، ننگرہار، لغمان اور میدان وردگ سمیت دیگر علاقوں میں عوام نے احتجاجی ریلیاں نکالیں اور مظاہرے کیے۔ مشتعل مظاہرین نے امریکا مردہ باد، اشرف غنی مردہ باد کے نعرے لگائے اور لاشیں اٹھا کر گورنر ہاؤس کے سامنے مظاہرے کیے۔ تاہم نام نہاد صدر اشرف غنی نے ان واقعات کی مذمت نہیں، بلکہ صرف تحقیقات کا یقین بھی نہیں دلایا۔ ہمیں یقین ہے سفاک دشمن عوام کے غیض و غضب سے بچ نہیں سکے گا۔ وقت کے ساتھ چنگیز، انگریز اور سوویت یونین کی طرح ان سفاک قاتلوں کا احتساب بھی کیا جائے گا۔

احمد مختار

امریکا افغان حقائق پر غور کرے

آخر کار امریکا نے طالبان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے اور طالبان کا موقف تسلیم کرتے ہوئے افغان تنازع مذاکرات کا راستہ اختیار کیا ہے۔ یہ مناسب طریقہ اور اچھا موقع ہے۔ یہ حقیقت یہ ہے کہ افغان عوام جنگ سے تنگ آ گئے ہیں۔ وہ امن و خوش حالی کے لیے ترس رہے ہیں۔ ان پر ہر دور میں استعماری قوتوں نے یلغار کی ہے۔ ان کا ملک تباہ و برباد کیا ہے۔ افغان بذاتِ خود امن پسند اور انسانیت سے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمیشہ بیرونی قوتوں نے ان پر حملے کیے ہیں۔ چنگیز، انگریز، روس اور امریکا نے بلاجواز اس غریب اور جنگ زدہ ملک پر حملہ کر کے لاکھوں لوگوں کا قتل عام کیا۔ ظاہر ہے جب کوئی قوت کسی کے گھر پر حملہ آور ہوتی ہے تو گھر والوں کو دفاع کا حق حاصل ہے۔ افغان عوام جتنے امن پسند اور محب وطن ہیں، اتنے ہی اپنے دین اور وطن کے دفاع کے لیے اسلامی اور اخلاقی جذبے سے سرشار ہیں۔ وہ ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے امریکا کو بین الاقوامی سطح پر سیاسی، فوجی اور اقتصادی معاملات میں ایک بلاک تشکیل دینے میں افغان جہاد کا بڑا کردار ہے۔ افغان عوام نے تاریخی مزاحمت کے نتیجے میں کمیونزم کو شکست دی اور امریکا سمیت پوری دنیا کو اس کے شر سے بچایا۔ یہ حقیقت بھی تسلیم کی جانی چاہیے کہ افغانستان میں مسائل موجود تھے۔ وہ ایسے مسائل تھے، جو تصادم کے بجائے مفاہمت سے اچھی طرح حل ہو سکتے تھے۔ امریکا نے مفاہمت کے بجائے تصادم کا راستہ اختیار کیا اور افغانستان پر حملے کے بعد فوجی، سیاسی اور تکنیکی لحاظ سے اپنا پورا زور آزمایا۔ اس نے اٹھارہ برس بعد محسوس کیا کہ افغان تنازع کا فوجی حل ناممکن ہے۔ اسے مفاہمت اور مذاکرات کے ذریعے حل کرنا چاہیے۔ امریکا کے لیے اچھا موقع ہے کہ طالبان مفاہمت اور مذاکرات پر یقین رکھتے ہیں۔ اسے چاہیے وہ حقائق تسلیم کر لے۔

یہاں کے حقائق یہ ہیں کہ افغان عوام کسی صورت بھی جارحیت قبول نہیں کریں گے۔ افغان عوام مسلمان ہیں۔ اسلامی حکومت کے علاوہ کوئی دوسرا نظام تسلیم نہیں کریں گے۔ امریکا نے اپنا ناجائز قبضہ برقرار رکھنے کے لیے یہاں ہر قسم کے تجربات کیے، مگر وہ ناکام رہا۔ اب امریکا اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ امارت اسلامیہ سے مذاکرات کیے جائیں۔ اگر مذاکراتی عمل کے دوران امریکا مسائل حل کرنے کے بجائے اپنے مطالبات پر زور دیتا ہے تو یہ معاملہ آسانی سے حل نہیں ہو سکتا۔ یہ مزید پیچیدہ ہو جائے گا۔ افغانستان پر امریکا کا حملہ بلاجواز اور ظالمانہ عمل تھا۔ جس نے سیاسی، انتظامی اور سکیورٹی لحاظ سے کوئی مثبت نتیجہ نہیں دیا۔ اس سے دنیا بھر میں بین الاقوامی سطح پر ایسے مسائل نے جنم لیا کہ ان سے پوری دنیا متاثر ہوئی ہے۔

اگر امریکا ناجائز قبضہ ختم کرنے کے لیے امارت اسلامیہ کی تجاویز اور موقف تسلیم کرے تو اس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ افغانستان سمیت پوری دنیا میں امن آسکتا ہے۔ افغان عوام کسی ملک کے لیے بھی مسائل پیدا نہیں کریں گے۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نہ کسی کو اپنے ملک پر حملے کی اجازت دیں اور نہ ہی اپنی سرزمین کسی کے خلاف استعمال ہونے دیں۔

بصیر افغان

افغان قوم متحد ہو جائے

اٹھارہ سالہ مظالم کے بعد ایسا لگتا ہے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اپنی الیکشن کیمپین کے دوران کیے گئے وعدوں کے مطابق افغانستان سے اپنی فوج نکالنے کا یقینی عزم رکھتے ہیں۔ اگرچہ امریکی فوج کے کچھ جنرلز اور کانگریس کے کچھ ارکان افغانستان سے تمام فوج کے انخلا کے مخالف ہیں، مگر ٹرمپ ان کی مخالفت سے بے پرواہ ہیں۔

افغان امور کے ماہرین کے مطابق صدر ٹرمپ افغانستان میں امریکا کی کامیابی کے حوالے سے بہت زیادہ مایوس ہیں۔ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کی فوج طالبان کو توڑ نہیں سکی ہے۔ طالبان اسی طرح مضبوط اور فعال ہیں اور دن بدن آگے بڑھ رہے ہیں۔ افغانستان کی آدھی سے زیادہ سرزمین پر ان کی حاکمیت ہے۔

مبصرین کے مطابق طالبان ماضی کی نسبت اب زیادہ سیاسی و عسکری حوالے سے کامیابی کے احساس سے بہرہ ور ہیں۔ امریکا کے ساتھ بات چیت بھی اپنے اسی مضبوط احساس کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔ خیال کیا جاتا تھا کہ طالبان سیاسی لحاظ سے اتنے فعال نہیں ہوں گے، جتنا کوئی اور ہوگا۔ مذاکرات کے حالیہ سلسلے اور ان کی بے باکانہ شرکت نے واضح کیا ہے کہ طالبان عسکری میدان کے ساتھ ساتھ سیاسی پہلو سے بھی اور ماہر ہیں۔ قطر میں مذاکرات چھ دن تک طویل ہوتے گئے، انہوں نے پھر بھی تھکاوٹ یا بے زاری محسوس نہیں کی۔ وہ امریکا سے مرعوب نہیں ہوئے۔

ٹرمپ افغانستان سے انخلا کے حوالے سے جلد بازی کا شکار کیوں ہے؟ ماہرین کے مطابق ٹرمپ ایک تاجر کے طور پر جانتے ہیں کہ حالیہ جاری جنگ امریکا کے لیے سراسر نقصان کا باعث ہے۔ ہر ماہ امریکا اس پر سیکڑوں ملین ڈالر خرچ کرتا ہے۔ جب کہ نتیجہ صفر ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ساری رقم اپنے ملک کی ترقی پر خرچ کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے امریکی شہریوں کی بڑی تعداد ان کے موقف کی حمایت کرتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے امریکا کے انخلا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افغان عوام اپنی آئندہ ذمہ داریوں کا اچھی طرح ادراک کریں۔ ہم جانتے ہیں کچھ جنگجو اپنی زندگی کی بقا جنگ کے شعلوں میں دیکھتے ہیں۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہیں گے کہ جنگ ختم ہو۔ اسی طرح خطے کے کچھ خود غرض ممالک بھی افغان جنگ میں اپنے منحوس مفادات محفوظ سمجھتے ہیں۔ وہ ممالک بھی جنگ کو طول دینے کے لیے مختلف سازشیں اور حربے آزما رہے ہیں۔ اس لیے احتیاط اور باریکی سے کام لیا جائے۔ ایسا نہ ہو سوویت فوج کے انخلا کی طرح افغان عوام داخلی جنگ میں مبتلا ہو جائیں۔ جس کے برے نتائج آج تک افغان عوام بھگت رہے ہیں۔ اس لیے کوشش ہونی چاہیے امریکی فوج کے انخلا کے بعد داخلی جنگوں کا راستہ روکا جائے۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کو بیدار رہنا چاہیے۔

اب افغان عوام کو اپنے ذاتی اور گروہی مفادات کو پس پشت ڈال کر صرف اسلامی احکام اور ملی مفادات کے تحفظ کو مقدم رکھنا چاہیے۔ بیرونی خود غرض ممالک کے فریب کے شعلوں میں خود کو نہ جلائیں۔ افغانستان کے داخلی معاملات میں ان کی مداخلت روکنے کے لیے یک جان ہو جائیں۔

منیر احمد آزاد

امریکی شکست نوشتہ دیوار

افغانستان میں امریکی فوج کے ترجمان کرنل بٹلر نے کہا ہے کہ 'امریکی فوج افغانستان سے واپس جائے گی اور نہ تعداد میں کمی لائی جائے گی۔ ان کا میڈیا سے بات کرتے ہوئے کہنا تھا کہ ابھی تک انخلا کا فیصلہ نہیں ہوا۔ ہم کابل حکومت کی مدد کے لیے افغانستان میں موجود رہیں گے۔'

دوسری جانب صدر ٹرمپ نے کانگریس سے اپنے سالانہ خطاب میں افغان جنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان اور عراق میں ہمارے 7 ہزار فوجی ہلاک اور 52 ہزار زخمی ہو چکے ہیں۔ جب کہ 7 ٹریلین ڈالر کا مالی خسارہ بھی امریکی حکومت کو برداشت کرنا پڑا ہے۔ ہمیں چاہیے ہم اپنی فوج کو واپس نکالیں۔ اس جنگ کو بات چیت کے ذریعے اختتام تک پہنچائیں۔

ٹرمپ بار بار افغان جنگ کا ذکر کرتے رہے۔ انہوں نے آخر تک اپنی کٹھ پتلی کابل حکومت کا نام نہیں لیا۔ سیاسی مبصرین کے مطابق یہ عمل سیاسی اور ڈپلومیٹک لحاظ سے کابل اور واشنگٹن کے درمیان موجود مخاصمت کو ظاہر کرتا ہے۔ ٹرمپ کابل انتظامیہ سے اتنے بیزار ہو چکے ہیں کہ ان کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے۔ اسی طرح ٹرمپ نے ایک اور خطاب میں کہا کہ 'ہم دیکھ رہے اس جنگ کے ہمارے شہریوں پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟ وہاں ہماری فوج کو کن کٹھن حالات کا سامنا ہے۔ ان کی ذہنی حالت کیا ہے۔ وہ جب یہاں آتے ہیں تو ذہنی طور پر مفلوج ہوتے ہیں۔ ان کے والدین اور ان کے بیوی بچے ہمارے پاس آتے ہیں کہ ان کے بچوں اور خاوند کی یہ حالت کیوں ہے؟ یہ بڑی خوف ناک صورت حال ہے۔ کیا ہم اب مزید 19 سال تک جنگ لڑنے میں صرف کر دیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ مذاکرت کے ذریعے مسائل کا حل نکالا جائے۔ کیوں کہ طالبان بھی امن چاہتے ہیں۔ وہ بھی جنگ سے اکتا چکے ہیں۔ ہم بھی جنگ سے اکتا گئے ہیں۔ ہم جنگ کو مزید طول نہیں دے سکتے۔'

اب سوال یہ ہے کہ امریکی صدر کے بیان کے سامنے بٹلر کے بیان کی کیا حیثیت ہے؟ میرے خیال میں بٹلر کا بیان کابل انتظامیہ کو تھپکی دینے کے لیے ہے۔ دوسری جانب بٹلر کے بیان کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کئی امریکی جرنیلوں کے اس جنگ کے ساتھ انفرادی مفادات وابستہ ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ جنگ ختم ہو۔ جب کہ امریکا کے تمام سیاست دان اور حکومتی عہدے دار اس بات کے قائل ہیں کہ وہ جنگ میں بری طرح شکست کھا چکے ہیں۔ امریکی جرنیلوں کی شکست اظہر من الشمس ہے۔ ان کے سامنے صرف میڈیا کے پروپیگنڈے رہ گئے ہیں۔ جن کے ذریعے وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ جنرل میلر بھی امریکی مذاکراتی ٹیم میں طالبان کے ساتھ ملاقات کر چکے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں امریکی فوج طالبان کے ساتھ انخلاء پر راضی ہو چکی ہے۔

اس لیے یہ بات حتمی ہے کہ امریکی فوج افغانستان سے ضرور نکل جائے گی۔ افغانستان میں امریکی فوج کے ترجمان کا بیان صرف اپنی شکست چھپانے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ امریکی جرنیلوں کو چاہیے دل سے اپنی شکست تسلیم کر لیں۔ افغانستان ایک آزاد ملک ہے۔ اس کے عوام سیکڑوں سال کی زریں تاریخ کے حامل ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ دنیا کی مغرور قوتوں کا غرور خاک میں ملایا ہے۔ جس کی واضح مثال گزشتہ چار دہائیوں میں دو بین الاقوامی قوتوں روس اور امریکا کی شکست ہے۔ حالانکہ دنیا کے تمام کفریہ ممالک سمیت اسلامی ممالک بھی امریکا کے ہمنوا تھے۔ دنیا کے کسی کونے میں طالبان کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کے نام بلیک لسٹ میں شامل کیے گئے۔ ان سے دنیا میں رہنے کا حق چھین لیا گیا۔ اس کے باوجود امریکا کو عبرت ناک شکست کا سامنا انہی بے سرو سامان افراد کے ہاتھوں کرنا پڑا۔ اس لیے امریکی جنرل یہ بات تسلیم کریں کہ افغانستان سے ان کا انخلا حتمی اور یقینی ہے۔ افغان قوم عنقریب اپنی شان دار فتح کا جشن منائیں گے۔ ان شاء اللہ

عبداللہ مجاہد

ٹرمپ کا درست فیصلہ

امریکی صدر ٹرمپ کہتے ہیں 'مجھے اپنے ناکام جنرلز اپنے ارادے اور عزم سے نہیں ہٹا سکتے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ کر کے رہوں گا۔' اُن کی حالیہ ٹویٹ میں سوشل میڈیا کو بھیجے گئے پیغام میں ان کے اس سخت موقف نے امریکی جنرلز اور ماہرین کو مزید حیران کر دیا ہے۔ کچھ امریکی فوجی آفیسرز اور اعلی حکام کا خیال تھا کہ ٹرمپ وزیر دفاع جیمز میٹس کے استعفا اور دیگر حکام کے اتحاد سے اپنی باتوں سے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ ٹرمپ توقعات کے برعکس اپنے پرانے موقف پر مضبوطی سے قائم ہیں کہ 'ہم شام کی طرح افغانستان اور دیگر ممالک سے بھی امریکی فوج کو باہر نکالیں گے۔'

صدر ٹرمپ اس بات پر کیوں قائم ہیں کہ وہ افغانستان سے اپنی فوج نکالیں گے۔ افغانستان میں نیٹو کے اعلی فوجی حکام اور جنرلز اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ اصرار کر رہے ہیں کہ امریکی فوج افغانستان اور دیگر ممالک سے انخلا نہیں کرے گی۔ کچھ اعلی سطحی امریکی جنرلز ٹرمپ کی یہ بات تسلیم کرنے پر راضی نہیں کہ امریکی فوج افغانستان سے نکل جائے۔ ان کا خیال ہے ہمارے نکلنے کے بعد طالبان مستقبل میں امریکی عوام اور مفادات کے لیے چیلنج بن جائیں گے۔ یہی اختلاف تھا، جس کی وجہ سے ٹرمپ نے اپنے انتہائی قریبی ساتھی وزیر دفاع جیمز میٹس سے اُن کی ذمہ داری سے استعفا لے لیا۔ حالانکہ طالبان نے اپنے قریب ترین پڑوسی ممالک چین، ایران اور دیگر ممالک کو آج تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ ان کے داخلی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ امریکا دنیا کے دوسرے کنارے پر ہے، اس کے داخلی معاملات میں کیسے بلاسبب مداخلت کی جائے گی؟ یہ صرف وہ خوف اور گھبراہٹ ہے، جو امریکا کے اعلی حکام طالبان کے کامیاب حملوں کے نتیجے میں محسوس کر رہے ہیں۔

دوسری جانب سب سے بڑی ذمہ داری صدر ٹرمپ کی ہے۔ دوسروں کی نسبت سب سے زیادہ انہیں امریکا کے تحفظ اور مفادات کا حریص ہونا چاہیے۔ اچھے برے واقعات میں خاندان کا سربراہ ہی ہر طرح کے حالات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ گزشتہ دنوں نیٹو کے جنرل کمانڈر میک کرسٹل کی جانب سے انہیں بداخلاق اور جھوٹا شخص قرار دیا گیا۔ اس کے باوجود وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنی شخصیت داغ دار ہونے کی قیمت پر بھی اپنا فیصلہ نافذ کرنے کو تیار ہیں۔ سوچا جائے تو ٹرمپ کا یہ فیصلہ بلاوجہ نہیں ہے۔ وہ اپنی فوج کو افغانستان کے ناقابل شکست محاذ سے نکال رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جتنی بھی جانی و مالی قربانی دیں، یہ جنگ نہیں جیت سکتے۔ طالبان دن بہ دن مضبوط اور بااثر ہو رہے ہیں۔

ٹرمپ نے صدر بننے کے بعد بہت سوچ و بچار کر کے ظلم و درندگی سے بھرپور اسٹریٹیجی کا اعلان کیا تھا۔ مزید امریکی فوجی افغانستان کے مظلوم عوام پر مظالم ڈھانے کے لیے بھیجے۔ ایسے حالات میں امارت اسلامیہ نے ایک کھلے خط میں ٹرمپ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنے نوجوانوں کو ایک بے فائدہ جنگ میں ضائع نہ کریں۔ وہ افغانستان کے مظلوم عوام کے لیے خطرہ نہ بنیں۔ جس پر ٹرمپ نے اب مناسب فیصلہ لیا ہے۔ طالبان کی شرط یہ ہے کہ جب تک امریکی فوجی افغانستان سے نہ نکلیں، امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جنگ اور بھی طویل ہوتی رہے گی۔ اب بھی امریکی فوج پر ہلاکت خیز حملے ہو رہے ہیں۔ اس لیے ٹرمپ نے محسوس کیا ہے کہ افغانستان سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔ نقصان کے راستے سے جس موڑ پر بھی واپس لوٹ آئیں، فائدہ ہی ہے۔ افغانستان کی جنگ ان سے سالانہ اربوں ڈالر خرچ کرواتی ہے۔

ہارون بلخی

اشرف غنی مذاکرات سے پریشان

افغان تنازع کے سیاسی حل کے لیے قطر کے دارالحکومت دوحا میں امارت اسلامیہ کے نمائندوں اور امریکا کے درمیان مذاکرات کے سلسلے جاری ہیں۔ امریکا دنیا کو باور کروانا چاہتا ہے کہ افغانستان میں جنگ بندی اور تنازع کا حقیقی حل سیاسی ہے۔ اس سے قبل امریکا نے طالبان پر ہر طرف سے دباؤ ڈالا۔ لالچ اور دھمکیاں دیں۔ اٹھارہ برس کی طویل جنگ کے بعد امریکا اس بات پر رضامند ہوا کہ طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات کیے جائیں۔ افغان تنازع کا فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ جنگ کے خاتمے کے لیے مذاکرات کے ذریعے سیاسی حل تلاش کرنا ہوگا۔ اسی غرض سے ٹرمپ نے زلمے خلیل زاد کی سربراہی میں افغان تنازع کے پرامن حل کے لیے ایک نمائندہ وفد بھیجا۔ اس نے قطر میں طالبان کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں کے ساتھ ملاقات کی۔ جب کہ اس سے قبل امریکا کے نائب وزیر خارجہ ایلس ویلز نے بھی سیاسی دفتر کے رہنماؤں کے ساتھ ملاقات کی تھی۔

ملاقاتوں کا یہ سلسلہ سب سے پہلے قطر، پھر متحدہ عرب امارات اور دوبارہ قطر میں جاری ہے۔ مذاکرات میں افغانستان سے بیرونی فوج کے انخلا اور افغان سرزمین سے امریکا کو نقصان نہ پہنچنے جیسے موضوعات پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ جب بھی مذاکرات کا کوئی مرحلہ مکمل ہوتا تو زلمے خلیل زاد افغانستان، پاکستان وغیرہ ممالک کا دورہ کرتے تھے اور کابل انتظامیہ کے کٹھ پتلی حکام سے ملاقات کرے۔ البتہ حالیہ مذاکرات کا حالیہ سلسلہ ختم ہوتے ہی زلمے خلیل زاد مذکورہ ممالک کے بجائے سیدھا امریکا چلے گئے۔ تاکہ امریکی حکام کو صورت حال سے آگاہ کریں۔ زلمے خلیل زاد کے اس اچانک اور ناقابل توقع امریکا واپسی نے کابل انتظامیہ میں کھلبلی مچا دی ہے۔ کٹھ پتلی انتظامیہ میں تشویش بڑھ گئی ہے۔ ماضی کے برخلاف خلیل زاد امریکا کیوں گئے؟ اس سلسلے میں کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی اضطراب میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے جنوبی ایشا کے مختلف ممالک اور متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا ہے۔ جب کہ نام نہاد امن کونسل کے اعلی عہدے دار عمر داؤد زئی کو ایرانی حکام سے ملنے کے لیے تہران بھیجا گیا۔

خوف و ہراس کی حالت میں مبتلا اشرف غنی نے سلامتی امور کے مشیر حمداللہ محب کو منت سماجت کے لیے امریکا روانہ کیا۔ حمداللہ محب نے امریکی دارالحکومت واشنگٹن میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے امریکی حکومت اور صدر ٹرمپ کے خصوصی ایلچی زلمے خلیل زاد کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے کہا کہ خلیل زاد نے دوحا میں طالبان کے ساتھ 16 دن جاری رہنے والے مذاکرات سے کابل انتظامیہ کو آگاہ نہیں کیا۔ ہمیں مذاکرات کی صورت حال سے ٹویٹر کے ذریعے اطلاع ملی ہے۔ انہوں نے خلیل زاد پر الزام لگایا کہ وہ افغانستان کے اقتدار کا لالچ رکھتے ہیں۔ اس سے قبل بھی انہوں نے صدارتی انتخابات لڑنے کی دو مرتبہ ناکام کوشش کی تھیں۔ وہ اب عبوری حکومت کے نام سے حامد کرزئی کو اقتدار پر براجمان دیکھنا چاہتے ہیں۔ جب کہ خلیل زاد خود وائسرائے کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں۔

حمداللہ محب نے خلیل زاد کو موردالزام ٹھہراتے ہوئے کہا کہ جناب خلیل زاد جانتے نہیں یا جان بوجھ کر افغان حکومت کو کمزور، غیر قانونی اور بے حیثیت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے خلاف طالبان کو طاقت ور کرنا چاہتے ہیں، جو مذاکراتی عمل کے حق میں نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ 'امریکا نے ہمیں زلمے خلیل زاد

کے بارے بتایا تھا کہ وہ بڑے سفارت کار اور قابل شخص ہیں، مگر میں انہیں نہیں مانتا۔ کیوں کہ وہ (خلیل زاد) جان بوجھ کر اپنی متحدہ حکومت کو بے حیثیت دکھانا چاہتے ہیں۔ 'حمد اللہ محب نے واشنگٹن آمد کے حوالے سے کہا کہ میں امریکی حکام کے سامنے خلیل زاد کی بے رخی کی شکایت کروں گا، مگر بدقسمتی سے امریکی سلامتی امور کے سربراہ جان بولٹن نے ان سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

دوسری جانب امریکی وزارت خارجہ نے حمد اللہ محب کو طلب کر کے افغان مذاکراتی عمل سے متعلق ان کے بیان کی تردید کی ہے۔ امریکی میڈیا کے مطابق امریکی وزارت خارجہ کے سیاسی نائب ڈیوڈ ہیل نے حمد اللہ محب کو بتایا کہ افغان امن مذاکرات کے حوالے سے ان کا بیان امریکا کے سرکاری مؤقف اور پالیسی پر الزامات ہیں۔ امریکی حکام کسی صورت میں انہیں تسلیم نہیں کرتے۔ امریکی وزارت خارجہ کے نائب ترجمان روبرٹ پلاڈینو نے واشنگٹن میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے حمد اللہ محب کو بتایا کہ زلمے خلیل زاد پر نکتہ چینی براہ راست امریکی وزارت خارجہ پر نکتہ چینی ہے۔ اس سے دونوں ممالک کے تعلقات متاثر ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم افغان مذاکراتی امن عمل کے لیے پرعزم ہیں۔

اسی طرح کابل انتظامیہ کے سلامتی امور کے سابق مشیر اور نام نہاد صدارتی الیکشن کے امیدوار حنیف اتمر نے اشرف غنی اور ان کی ٹیم کی جانب سے مذاکراتی عمل کو سبوتاژ کرنے پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اشرف غنی کسی صورت پرامن حل کے وفادار نہیں ہیں۔ وہ صلح کی راہ میں ہر قسم کی رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ حنیف اتمر ساڑھے چار سال تک اشرف غنی کے قریبی اور وفادار ساتھی رہے۔ حتی کہ امریکا کے ساتھ نام نہاد سکیورٹی معاہدے پر دستخط بھی انہوں نے کیے تھے۔ ان کے مطابق گزشتہ پانچ سال کے دوران اشرف غنی کی قیادت میں ڈیڑھ لاکھ افراد قتل اور زخمی ہوئے ہیں۔

کابل انتظامیہ کے سربراہ نے نام نہاد وزیر دفاع اسد اللہ خالد کو اجازت دی ہے کہ وہ کرائے کے قاتلوں کو مکمل آزادی دیں۔ وہ جب بھی اور جہاں بھی دن یا رات کے وقت کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ امریکی غلاموں نے ملک کے طول و عرض میں مظالم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ نہتے عوام کو مختلف بہانوں سے قتل کیا جا رہا ہے۔ مساجد، مدارس دینیہ، صحت کے مراکز، گھر اور بازار وغیرہ کو بے دریغ نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بوڑھوں، بچوں اور خواتین پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ حتی کہ عوام کے مال مویشی کو بھی دشمن سمجھ کر قتل کر دیا جاتا ہے۔ ملک بھر میں فوجی درندگی عروج پر ہے۔ حتی کہ کابل شہر میں بعض امن پسند اور صلح کے لیے سرگرم افراد کے گھر بھی محفوظ نہیں ہیں۔ وہ شدید فوجی محاصرے میں ہیں۔ اس کے علاوہ قابض امریکی اور افغان اجرتی فوج کی وحشیانہ فضائی کارروائیوں، رات کے چھاپوں اور حملوں میں سیکڑاوں افراد شہید اور زخمی ہو رہے ہیں۔ یہ تمام کارروائیاں کابل انتظامیہ کے ایما پر ہو رہی ہیں۔ امریکی غلاموں کا واحد مقصد عام شہریوں کو خوف زدہ کرنا ہے۔

اشرف غنی کو یاد رکھنا چاہیے کہ افغان عوام کسی صورت بھی اجنبی کاندھوں پر آئے ہوئے غلاموں کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جب اٹھارہ سال قبل امریکا نے امارت اسلامیہ پر مظالم کے پہاڑ توڑے تو نہ صرف افغان عوام نے مجاہدین کا ساتھ دیا، بلکہ ان کے انتقامی جذبے میں اتنی تیزی ئی، کہ اپنی جان و مال تک مجاہدین کے لیے نچھاور کر دیے۔ اپنے جگر گوشوں کو مجاہدین کی صفوں میں بھیج دیا۔ عوام ہر قسم کے مالی تعاون کے لیے کمربستہ رہے۔ اسی لیے اللہ تعالی کی نصرت اور عوام کے تعاون سے مجاہدین کے کامیابی کے دن قریب تر ہیں۔

وماذالک علی اللہ بعزیز

محمد عابد

شوراب حملہ فوری ردِ عمل

دشمن نے طالبان کے پے در پے حملوں کو روکنے میں ناکامی کے بعد موجودہ موسم سرما میں پچھلے سالوں کی نسبت عام شہریوں پر وحشت و سربریت میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں ظلم و ستم کی تمام حدیں پار کر لی ہیں۔ دشمن نے اسلامی شعائر کی بے حرمتی، چادر اور چاریواری کی حرمت پاؤں تلے روندا اور نہتے شہریوں کو شہید کیا۔ دشمن اس زعم میں مبتلا تھا کہ طالبان موسم سرما میں فوری ردِ عمل نہیں دکھا سکتے۔ اس لیے کابل انتظامیہ نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کے ساتھ مل کر مجاہدین پر دباؤ ڈالنے اور طالبان سے انتقام لینے کے لیے بمباریوں اور چھاپوں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان ظالمانہ کارروائیوں میں سیکڑوں نہتے شہری شہید ہوئے۔ کئی مساجد، مدارس، اسکولز، ہسپتال، فصلیں اور گھر تباہ ہوئے۔ ان شہداء کی خوں چکاداستان کسی نے نہیں سنی۔ شہید منبر اور محراب کی پکار دنیا میں کہیں بھی سنائی نہ دی۔ حتی کہ دجالی میڈیا بھی اس قسم کے واقعات کی رپورٹنگ سے گریز کرتا رہا۔

اس سال موسم سرما میں مجاہدین نے پچھلے سالوں کی نسبت بڑی اور قابل ذکر کارروائیاں انجام دی ہیں۔ سرد موسم کے باوجود کئی علاقے فتح کیے۔ دشمن کے دانت کھٹے کرنے کے لیے مجاہدین کے ایک استشہادی گروپ نے صوبہ ہلمند کے علاقے شوراب میں واقع امریکا کا ایک بڑا فوجی اڈہ بیشن اور کابل انتظامیہ کا 'میوند کارپس 205 نامی فوجی مرکز پر حملہ کیا۔

اس طرح طالبان نے دشمن کے مظالم اور اسلامی مقدسات کی بے حرمتی پر فوری ردِ عمل دکھاتے ہوئے ایک زبردست کارروائی کی۔ اس سے کفر کے ایوان لرز اٹھے۔ امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے کاسہ لیسوں کے مذکورہ مراکز عسکری لحاظ سے انتہائی اعلی تھے۔ کیمپ بیشن بگرام کے بعد افغانستان میں جارحیت پسندوں کا دوسرا بڑا فوجی اڈہ ہے۔ وہاں 2006ء میں برطانیہ کے وزیر اعظم ٹونی بلئیر نے بڑے غرور کے ساتھ یہ جملہ کہا تھا کہ 'اکیسویں صدی کے مستقبل کے فیصلے اب ہلمند کے اس صحرا میں ہوں گے۔'

امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین کا لشکر بڑی مہارت سے اس مرکز پر حملہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ پورے 46 گھنٹے دشمن کے مرکز میں دشمن کا مقابلہ کیا۔ اس معرکے میں صرف 9 مجاہدین نے دنیا کی 'سپر پاور' 46 گھنٹے تک تگنی کا ناچ نچایا۔ 397 امریکی اور کابل انتظامیہ کے فوجی اس مبارک معرکے میں واصلِ جہنم ہوئے۔ اس کے علاوہ دشمن کے تباہ ہونے والی فوجی تنصیبات کے نقصانات تقریباً دس کروڑ آٹھ لاکھ ترانوے ہزار ڈالر سے زیادہ ہیں۔

اس طرح امارت اسلامیہ نے دین، وطن اور اپنے نہتے شہریوں کی جان و مال کی حفاظت اور ان کا انتقام لے کر اپنے وعدہ سچ کر دکھایا کہ وہ ہی اس ملک و ملت کے مظلوموں کی آخری آواز ہیں۔

نوید احمد

کانگریس میں افغان جنگ کی مخالفت

امریکا کے مشہور سینیٹرز اور کانگریس کے ممبرز نے افغان تنازع ختم کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔اس سلسلے میں سینیٹر رینڈ پال اور سینیٹر ٹام وو ڈال نے ایک مسودہ پیش کیا ہے،اس کے مطابق امریکا کو رواں سال کے اختتام تک افغانستان سے مکمل فوجی انخلا کرنا چاہیے۔ انہوں نے صدر ٹرمپ کو 25 دن کا وقت دیا ہے کہ وہ جنگ کے خاتمے کے حوالے سے اپنا ایجنڈا پیش کریں۔ سینیٹر رینڈ پال نے اپنے بیان میں کہا کہ 'افغان جنگ امریکی قومی سلامتی کے لیے مفید ثابت نہیں ہوئی۔اسے ختم کرنے کے لیے فوجی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ان کا کہنا تھا ہم نے اپنا مشن مکمل کر دیا ہے۔اب ہمیں اپنے گھروں کو واپس جانا چاہیے۔

اس کے علاوہ مشہور امریکی سینیٹر برنی سنڈرز، سینیٹر الیزبت وارین، کانگریس کے رکن الگزانڈریا، محترمہ عمر اور کانگریس کے پانچ دیگر ارکان نے اس مسودے پر دستخط کیے ہیں کہ امریکا طویل جنگوں کا خاتمہ چاہتا ہے۔ یہ مسودہ 'کامن ڈیفنس' نے تیار کیا تھا۔اس تنظیم سے ڈیڑھ لاکھ افراد وابستہ ہیں۔ امریکی صدارتی انتخابات کے لیے نامزد امیدوار سینیٹر سنڈرز نے ٹویٹر پر لکھا کہ :

" ہم اٹھارہ سال سے افغانستان اور عراق میں لڑ رہے ہیں۔ ہمیں ان جنگوں کو ختم کرنا چاہیے۔ جنگ میں صرف ہونے والی رقم امریکا کی تعمیر اور تعلیم پر خرچ کرنی چاہیے"۔

نیو یارک کے نوجوان سیاست دان اور ڈیمو کریٹک پارٹی کے نمائندے الگزانڈریا نے کہا ہے کہ افغانستان پر حملہ ایک 'سانحہ' ہے۔اس نے کانگریس سے افغان جنگ کی اجازت منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

اسی وقت امریکا کے وزیر خارجہ پمپیو نے بھی کہا کہ وہ آئندہ چند ہفتوں میں قطر کا دورہ کریں گے، جہاں وہ طالبان کے ساتھ مذاکرات میں شرکت کریں گے۔ امریکی کانگریس میں افغان جنگ کے حوالے سے بڑھتی ہوئی مخالفت سے پتا چلتا ہے قطر مذاکرات حساس مرحلے میں داخل ہو گئے ہیں۔توقع ہے جلد اہم فیصلے سامنے آسکیں گے۔

دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ امریکا میں ڈیمو کریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار افغان جنگ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ان میں سے ہر ایک یہ کوشش کر رہا ہے کہ وہ انتخابی مہم کے دوران افغان جنگ کی مخالفت کر کے عوام کی توجہ حاصل کرے۔ ٹرمپ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے افغان جنگ کے خاتمے کے لیے فوری اقدامات نہ کیے تو ان کے سیاسی مخالفین صدارتی الیکشن مہم میں اس اہم مسئلے کو انتخابی ہتھیار کے طور پر استعمال کریں گے۔اس لیے ٹرمپ نے زلمے خلیل زاد اور پمپیو پر زور دیا ہے کہ 'وہ قطر میں طالبان کے ساتھ نتیجہ خیز مذاکرات فائنل کریں۔ مثبت نتائج کا اعلان کریں۔' ٹرمپ چاہتے ہیں کہ صدارتی الیکشن مہم کے دوران افغان جنگ کے خاتمے کا کریڈیٹ وہ حاصل کریں۔

ان حالات میں ضروری ہے جنگ کے خاتمے کے لیے ہر سطح پر کوشش کی جائے۔افغان سیاست دانوں کو بھی چاہیے وہ امن مذاکرات کی حمایت کریں۔ مذاکرات کی حمایت میں ریلیاں نکالیں۔امن دشمن عناصر کی سازشوں کو بے نقاب کریں۔ میں سمجھتا ہوں تاریخ کے فیصلے کا وقت آن پہنچا ہے۔موجودہ حالات میں خاموشی افغانستان کے مفاد میں ہے اور نہ ہی ایمان اور ضمیر کا تقاضا ہے۔

حفیظ اللہ عابد

ماسکو کانفرنس کے ضمنی اثرات

فروری کی 5اور 6 تاریخ کو ماسکو میں امارت اسلامیہ اور افغان سیاست دانوں کے درمیان براہ راست مذاکرات ہوئے۔ فریقین نے ملک کے مستقبل کے حوالے سے اپنا موقف پیش کیا۔ جس کے مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔ مجموعی طور یہ کانفرنس امارت اسلامیہ کے حق میں مؤثر ثابت ہوئی اور تمام شرکانے امارت اسلامیہ کے موقف کی حمایت کی۔ کانفرنس میں بعض شرکانے جارحانہ لہجہ استعمال کرتے ہوئے کہا کہ امارت اسلامیہ کی مسلح جدوجہد کا مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ ضمنا یہ بھی کہا کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جنگ میں شامل فریقین جنگ کے ذریعے اپنے اہداف حاصل نہیں کرسکتے۔ اس کو ہم کانفرنس کے ضمنی اثرات قرار دے سکتے ہیں۔ اگر جارحیت کے خلاف مسلح جدوجہد اور مزاحمت کے نتائج مثبت نہ ہوتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ امریکا امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کررہا ہے؟

ایسی کانفرنسوں کا انعقاد اور امارت اسلامیہ کو ملک کی مضبوط سیاسی اور فوجی قوت تسلیم کرنا مسلح جدوجہد اور مزاحمت کا واضح نتیجہ ہے۔ جہاد کی برکت سے طالبان نے امریکا کو قطر میں مذاکرات کی میز پر بٹھایا۔ ایک بڑی تبدیلی کے نتیجے میں ماسکو کانفرنس میں طالبان کے شدید ترین مخالفین نے بھی ان کا موقف تسلیم کیا، جو مزاحمت کے مثبت نتائج ہیں۔ ماسکو کانفرنس کے موقع پر چند افراد کی جانب سے جارحانہ انداز میں اظہار خیال کے رد عمل میں حقیقت پسندانہ جذبات کا اظہار اپنا حق سمجھتا ہوں۔

مغربی مفادات کے مشرقی محافظ مغربی قوتوں کی جارحیت کے لیے اپنا عقیدہ اور ملی غیرت کا سودا کرکے اسلامی حکومت کے پیچھے پڑگئے۔ کافر دشمن سے ڈالر اور ہتھیار لے کر اس کے کہنے پر اسلام پسند عوام کو جینے کا حق بھی نہیں دے رہے تھے۔ جہاد اور مجاہد جیسے دینی شعائر کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتے رہے۔ تاکہ اپنے آقا کے سامنے نمبر بڑھائیں اور ڈالر میں اضافہ کریں۔ انہی لوگوں نے امریکی ٹیکنالوجی کے بل بوتے طالبان کا تعاقب کیا اور خود کو جمہوری ثابت کرنے کے لیے 'اسلامی' اور 'افغان حلیہ' تبدیل کردیا، تاکہ عالمی برادری کے لیے قابل قبول بن سکیں۔ ان لوگوں نے سب کچھ داؤ پر لگادیا، پھر بھی اپنے آقا کو خوش نہ کرسکے۔ انہی لوگوں کے بقول امریکا نے انہیں استعمال کرکے 'پیپسی کی بوتل کی طرح پھینک دیا۔'

مغربی جارحیت کا مکمل انحصار انہی لوگوں پر ہے۔ ان لوگوں نے قابض دشمن کے لیے سہولت کار کا شرمناک کردار ادا کیا۔ آج تک افغانستان میں ہونے والے تمام جرائم، قتل عام، تباہی اور بربادی کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے۔ یہی ان تمام مسائل اور بحرانوں کے ذمہ دار ہیں۔ ان لوگوں کو تاریخ میں ہمیشہ غلام اور دشمن کے سہولت کار کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ انہیں امارت اسلامیہ کے احسان اور نیک سلوک کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

امریکا راہ فرار اختیار کررہا ہے اور وہ ان لوگوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر جارہا ہے۔ امارت اسلامیہ آپ لوگوں کو خیر سگالی کے طور پر معاف کررہی ہے۔ وہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر بات کررہی ہے۔ ان لوگوں کو امارت کوششوں کو مثبت نگاہ سے دیکھنا چاہیے، تاکہ ہم سب مل کر اس ملک کو امن کا گوارہ بنائیں۔

عبداللہ

کابل انتظامیہ کے خیالی پلاو

اللہ تعالیٰ کی نصرت، غیور مجاہدین اور عوام کی بے پناہ قربانیوں کی بدولت وہ لمحات قریب آگئے ہیں، جب مغرور امریکا افغانستان چھوڑ کر فرار ہو گا۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے یکم جنوری کو اپنی کابینہ سے کیے گئے خطاب میں اپنی شکست کا اعتراف کیا۔ افغانستان کو وہ ملک قرار دیا، جہاں بڑی قوتیں ہمیشہ شکست سے دوچار ہوتی ہیں۔ ٹرمپ نے کہا کہ افغان جنگ میں ہزاروں امریکیوں کی قربانی اور ڈیڑھ ٹریلین ڈالر کے اخراجات کے باوجود ہم اس جنگ میں حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ افغانستان سے اپنی فوج کے انخلا کا عمل شروع کیا جائے۔ ٹرمپ کا کہنا تھا کہ اسی وجہ سے طالبان کے ساتھ مذاکرات بھی شروع کر لیے ہیں۔

کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ نے ٹرمپ کے فوجی انخلا اور امارت اسلامیہ کے مذاکرات کی مسلسل لہر دیکھی تو حواس باختہ ہوگئی۔ وہ پریشان ہے کہ امریکا کے جانے کے بعد ان کا کیا بنے گا؟ اسی وجہ سے کابل انتظامیہ خطے کے ممالک سے رابطے شروع کر لیے ہیں۔ کئی وفود اس مقصد کے لیے بھیجے کہ وہ امریکا اور طالبان کے درمیان ہونے والے مذاکرات کی راہ میں روڑے اٹکائیں، تاکہ مذاکرات بغیر کسی حتمی نتیجے کے اختتام کو پہنچیں۔ اس کے علاوہ خطے کے ممالک سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ طالبان پر دباؤ ڈال کر انہیں کابل انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات پر آمادہ کریں۔

خلیل زاد بھی آخری آپشن کے طور پر غلط فہمی کا شکار ہوئے۔ ان کا خیال تھا کہ خطے کے کچھ ممالک کی جانب سے طالبان پر دباؤ ڈال کر انہیں اپنے موقف میں تبدیلی پر مجبور کر کے کابل کے ساتھ مذاکرات پر آمادہ کر لیا جائے گا۔

امارت اسلامیہ نے کابل انتظامیہ کے حالیہ مکر وفریب کو سمجھتے ہوئے واضح طور پر اپنے اعلامیے میں کہا کہ امریکی وفد وعدہ خلافی کا مرتکب ہوا ہے۔ ہم نے صرف امریکی وفد سے مذاکرات کا عہد لیا تھا۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو امکان ہے کہ ہم مذاکرات کا سلسلہ روک لیں گے۔ اعلامیہ میں کچھ ممالک سے درخواست بھی کی گئی تھی کہ وہ افغانستان کے موضوع پر مفاد پرستانہ مداخلت سے باز رہیں۔ اس کوشش میں نہ رہیں کہ افغان عوام کے دو عشروں کی قربانی کے ثمرات آپ لوگ ہائی جیک کر لیں گے۔

اعلامیے میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ افغانستان پر امریکا نے جارحیت کی ہے۔ یہ جنگ امریکا کے بجٹ اور بارود کے ذریعے لڑی جا رہی ہے۔ اگر امریکا آج افغانستان سے اپنی فوج واپس بلالے تو ایک دن میں ہی یہ جنگ کنٹرول ہو سکتی ہے۔ ان تمام حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امن کے لیے مذاکرات صرف امریکا سے ہونے چاہییں نہ کہ ان کے ساتھ، جنہیں امریکا نے افغان عوام پر مسلط کیا ہے۔ کابل انتظامیہ یہ بات ذہن نشین کر لے کہ امریکا ہر قیمت پر افغانستان سے نکلنا چاہتا ہے۔

ٹرمپ کے مطابق امریکا کو اپنا حشر روس سے بدتر نظر آ رہا ہے۔ اس لیے وہ اپنی نجات اسی میں سمجھتے ہیں کہ جلد از جلد افغانستان سے نکل جائیں۔ امریکی انخلا کے بعد کابل غلام انتظامیہ کا کیا حشر ہو گا اور کتنے دنوں تک قائم رہ سکے گی، یہ بات امریکا کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

احمد مختار

ملا اختر محمد منصور کیوں شہید کیے گئے؟

ملا اختر محمد منصور شہید رحمہ اللہ امارت اسلامی افغانستان کے مؤسس و بانی امیر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کے دور میں جہادی امور میں فعال کردار کی مالک شخصیت تھے۔ انہوں نے ملا محمد عمر مجاہد کی تاریخ وفات امارت کے چوٹی کے علماء کی باہمی مشاورت سے ایک عرصے تک مخفی رکھی۔ امریکا اور اس کی کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کو اس دوران یہ ملا عمر کی وفات کا احساس نہ ہونے دیا۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی وفات کے اعلان کے بعد دشمن کی جانب سے خطرناک سازشیں شروع ہوئیں، جن کے اثرات امارت کی صفوں میں بھی محسوس کیے گئے۔ ان تمام سازشوں کا قلع قمع شہید منصور رحمہ اللہ نے اپنی خداداد صلاحیت واستعداد کی بدولت کیا۔ انہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے امارت کی ان شخصیات کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے امارت کو ان خطوط پر استوار کیا، جن پر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے استوار کیا تھا۔ جہادی امور میں اپنی ہی صفوں کے اندر ثبات واستحکام پیدا کرنا بنیادی ضرورت ہے۔ اسی لیے شہید منصور رحمہ اللہ نے سب سے زیادہ اسی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے مستقبل میں جہادی معاملات کے لیے سیاسی حکمت عملی بلا کم وکاست انہی اصولوں پر بنائی، جن پر ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے بنائی تھی۔

شہید منصور رحمہ اللہ کی کامیابی کا دوسرا راز جہادی سرگرمیوں کو آفاقی بنانا تھا۔ انہوں نے ان سرگرمیوں کو مؤثر بنانے کے لیے بین الاقوامی سطح پر سیاسی حوالے سے نہایت قابل قدر اقدامات کیے۔ شہید منصور رحمہ اللہ نے اپنی بے مثال بصیرت کی بنا پر یہ ادراک کر لیا تھا کہ امریکا افغانستان میں اپنا ناپاک وجود برقرار رکھنے کے لیے ایسی تخریبی پالیسیاں بنا رہا ہے، جنہیں عالمی عدالت میں چیلنج کر کے عالمی رائے عامہ اپنے حق میں کی جا سکتی ہے۔ یہ افغانستان کی مظلومیت ثابت کرنے کا زریں موقع ہے۔ انہوں نے فوراً اس پالیسی پر کام کا آغاز کیا۔ ملا منصور شہید کو امارت اسلامیہ کے سربراہ کی حیثیت سے سخت سکیورٹی مسائل کا سامنا تھا۔ ان کی سب سے زیادہ مانیٹرنگ کی جاتی تھی۔ اس کے باوجود وہ بیرون ممالک کے اسفار کر کے افغانستان کے پڑوسی ممالک کو امریکی جارحیت کے خلاف صف آرا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

ملا منصور رحمہ اللہ نے امارت کے سربراہ اور ایک کامیاب ڈپلومیٹ کی حیثیت سے نیٹو اتحاد کے مستقل رکن ممالک کے ذہن میں یہ بات بٹھائی کہ افغانستان میں امریکی موجود گی نہ صرف افغانستان، بلکہ خود ان کی اپنی سلامتی کے لیے بھی سخت مضر ہے۔ یہی وجہ ہے ملا منصور شہید کی کامیاب حکمت عملی کی بدولت اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کے فیصلے کے تناظر میں امریکا کا بنایا ہوا ادارہ تحلیل ہو گیا۔ آپ رحمہ اللہ کی انہی کامیاب پالیسیوں کی بدولت نیٹو کے ویٹو پاور کے حامل افراد امارت کے ساتھ مسلسل رابطے میں رہے۔ ان کی کوشش رہی کہ کسی طرح کے ساتھ صلح ہو جائے۔ آپ رحمہ اللہ کی ان کامیاب پالیسیوں نے امریکا اور اس کے اتحادیوں کو جنگی میدان کے ساتھ سیاسی میدان میں بھی بُری طرح جکڑ لیا۔ چناں چہ امارت اسلامیہ کے نمائندوں کو موقع ملا کہ وہ باقاعدہ بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کر سکیں۔ وہاں مختلف ممالک کے نمائندوں کے سامنے اپنا قضیہ پیش کریں۔ نتیجۃً بعض ممالک طالبان کو اپنے ہاں سفارتی نمائندگی فراہم کرنے کے لیے بات چیت کرنے لگے۔

ملا منصور کی ایسی گرم سرگرمیوں سے امریکا اور نیٹو کو خطرہ تھا اگر ملا منصور کی قیادت جاری رہی تو وہ اپنی بے پناہ صلاحیت واستعداد سے ایسے اقدامات کریں گے، جن کو ختم کرنا ہمارے لیے بین الاقوامی سطح پر مشکل ہو گا۔ یہی وجہ تھی کہ ملا منصور کی شہادت کے لیے باقاعدہ امریکا نے کوششیں تیز کر دیں۔ ملا منصور شہید کی امارت کا دورانیہ نہایت کم تھا۔ اس قلیل عرصے میں انہوں نے جس قدر سیاسی اور عسکری اقدامات اٹھائے، وہ دشمن کو ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں تھے۔ خود ملا منصور شہید کو بھی اپنے اقدامات کی وجہ سے ان سب خطرات کا علم تھا۔ جہادی امور میں جان نثاری، نصب العین کے ساتھ غیر معمولی لگاؤ اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل ایمان اور توکل نے انہیں ہر قسم کے خطرات سے بے پرواہ کر دیا تھا۔ شہید منصور رحمہ اللہ کو وطن کی آزادی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت جیسے اعلیٰ مقاصد کے ساتھ غیر معمولی لگاؤ تھا۔ یہی وجہ تھی انہوں نے اپنے دور امارت میں ملکی سفینے کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر آزادی کے ساحل کے قریب تر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ ان کے اعلیٰ وارفع مقاصد کی تکمیل فرمائیں۔ آمین

نعمان لطیف

کابل انتظامیہ امریکی انخلا کی مخالف

ہمارے گاؤں میں ایک شخص تھا، جسے لوگ ہنسی مذاق میں کہتے کہ 'تمہاری اماں جان فوت ہوگئی ہیں۔' وہ یہ سن کر رو پڑتا۔ ایک دن اس سے پوچھا گیا کہ آپ مذاق پر کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا کہ 'میں سمجھتا ہوں یہ سب ہنسی مذاق ہے، لیکن ایک دن یہی مذاق حقیقت بن کر میری اماں جان کو مجھ سے چھین لے گا۔ یہ بات تب یاد آئی، جب امریکی آغوش میں پلنے والی کٹھ پتلی انتظامیہ امریکا کی شکست پر تلملاہٹ کا شکار ہوتی ہے۔ وہ دن دور نہیں، جب امریکا افغانستان سے الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوگا اور یہ کٹھ پتلی یوں ہی یتیم رہ جائیں گے۔ افغانستان کی پیچیدہ جنگ میں مجاہدین کی غیر معمولی استقامت دیکھ کر امریکی سٹپٹا گئے ہیں۔ ہر لمحہ یہی توقع ظاہر کی جاتی ہے کہ وہ افغانستان سے بھاگ ہی جائیں گے۔ افغانستان سے متعلق ٹرمپ کی پالیسی شروع دن سے ہی متزلزل اور غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہے۔ وہ انتخابات سے قبل افغانستان سے فوجی انخلا کی باتیں کر رہے تھے، لیکن انتخابات کے بعد وہ بھی بش کے نقش قدم پر چل کر مزید فوجی بھیجتے رہے۔ ایک عرصے سے افغانستان کے محفوظ معدنی ذخائر ان کی آنکھوں میں کھٹکتے رہے ہیں۔ اس امید پر جنگی حکمت عملی کا اعلان کیا کہ جنگی اخراجات معدنی ذخائر سے پورے کیے جائیں گے۔

ٹرمپ جنگ کو مزید طول دینا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک افغان جنگ امریکی عوام پر بے جا اقتصادی بوجھ ہے۔ ٹرمپ کی وہی سوچ تھی، جو واشنگٹن پوسٹ کے ایک مضمون سے ظاہر ہو رہی تھی کہ افغانستان ایک بے قیمت ملک ہے۔ ایک امریکی فوجی کی ہڈیاں بھی اس سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اس لیے جنگ کو مزید طول دے کر اپنی ہی فوج کو آگ کی بھٹی میں جھونکنا دانش مندی نہیں ہے۔ دوسری طرف ٹرمپ پر امریکی جرنیلوں کا شدید دباؤ تھا کہ افغانستان کی جنگ میں ان کے مفاد پوشیدہ ہیں۔ اسی کے پیش نظر کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو تشویش لاحق ہے کہ کہیں ان کی اماں (امریکا) فوت نہ ہو جائے اور وہ سیاسی یتیم بن کر مجاہدین کے رحم و کرم پر رہ جائیں۔ یہی وجہ ہے عوامی مقامات پر حالیہ وحشت ناک بمباریاں، داعشی حملوں کے لیے راہ ہموار کرنا اور مجاہدین کی صفوں میں سے کچھ لوگ مجاہدین کو بدنام کرنے پر لگا کر امریکا کو یہ تاثر دینا کہ ہم نے مجاہدین کو مات دے دی ہے اور مجاہدین اب سہمے ہوئے ہیں۔ اس سے کابل انتظامیہ کی بھی بے چینی ظاہر ہوتی ہے۔

افغانستان کی معدنیات پر قبضہ کرنے کے لیے داعش اور دیگر چند بہروپیوں کو افغانستان کے مظلوم مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کے لیے میدان میں اتارا گیا ہے، تاکہ لوگوں کو جہاد سے متنفر کیا جائے۔ اس لیے ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ دیہاتی علاقوں میں مجاہدین کے اثر و رسوخ کو کم کیا جائے، تاکہ وہ آسانی سے معدنیات پر قبضہ کر لیں۔ جب کہ افغان عوام یہ تمام سازشیں جان چکے ہیں۔ کٹھ پتلی انتظامیہ افغانستان میں امریکی موجودگی اس لیے ضروری سمجھتی ہے کہ جنگ کے ساتھ اس کے مفادات وابستہ ہیں۔ اس کی روزی روٹی اسی سے چلتی ہے۔ جنگ بارے غلط معلومات پھیلانے کے لیے سیکڑوں قلم کاروں کو کرائے پر ہائر کیا ہوا ہے، تاکہ مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاسکے۔ سابق وزیر مالیات ڈاکٹر عمر زاخیل وال نے پارلیمنٹ میں چیختے ہوئے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا تھا۔ یہ لوگ امریکی موجودگی کے لیے تباہ کن منصوبے بنا رہے ہیں۔ امریکی سربریت کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں ملک کی تعمیر و ترقی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ بیرونی ممالک کے بینکوں میں ان کے لاتعداد اکاونٹس ہیں۔ انہی ممالک میں مختلف کاروبار کرتے ہیں۔ یہاں صرف کانفرنس اور اجلاس اٹینڈ کرنے کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ ان کے بچے بھی بیرونی ممالک میں آرام و سکون کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اگر آج امریکا اپنا بوریا بستر سمیٹ کر نکلنے پر مجبور ہوا تو ان کی سارے کروفر ختم ہو جائیں گے۔ اس لیے وہ امریکی انخلا کی ہر کوشش ناکام بناتے ہیں۔

بہت سے ایسے مسائل بھی ہیں، جو جارح فوج کے پیدا کردہ ہیں۔ جیسے ہی جارح فوج نکلنے پر مجبور ہوگی، وہ مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ جو لوگ امریکی انخلا میں رکاوٹیں ڈال رہے ہیں یا پھر ٹرمپ کے لیے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، ملکی مسائل میں ان کا بھی برابر حصہ ہے۔ انہیں اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ ایک دن امریکا ضرور یہاں سے نکلے گا۔ پھر آپ لوگ کمیونسٹوں کی طرح افغانستان کے اصل مالکوں کے سامنے پیش ہوں گے۔ ہم دعاگو ہیں کہ گذشتہ تاریخ کے برعکس امریکا کی افغان ذُریت مجاہدین کے قبضے میں آ جائے، تاکہ ان سے حساب بے باق کیا جاسکے۔

عبدالہادی مجاہد

کمیونزم کے جرائم پر ایک نظر

کمیونزم لاطینی زبان communis سے نکلا ہے۔ جس کا انگریزی معنی Common یا universal ہے۔ جس کا معنی عام اور مشترک ہے۔ اسی لیے عربی میں اس کا معنی الشیوعیہ ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے ہاں سب کچھ مشترک ہے۔ یہ نظریات پہلی مرتبہ مارکس اور ان کے ساتھی اینگلز کی جانب سے پیش کیے گئے۔ اس کے بعد لینن کی جانب سے ایک نظام اور حکومت کی شکل میں ان کا نفاذ کیا گیا۔ کمیونزم الحاد پر قائم ایک مکتبِ فکر ہے۔ یہ مادہ کو ہر چیز کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ تاریخ کی انسانی طبقات کے درمیان جنگ، کشمکش اور اقتصادی عوامل کی بنیاد پر تشریح کرتے ہیں۔ یہ مکتب فکر جرمنی میں کارل مارکس اور اینگلز کی جانب سے سامنے آیا۔ اگرچہ کمیونزم کے جیسے افکار ماضی میں بھی سامنے آتے رہے اور ان پر کام بھی ہوا ہے۔ البتہ مارکس اور اینگلز کے افکار کو لینن کی قیادت میں بالشویکیوں نے روس میں تب عملی جامہ پہنا کر ان کی بنیاد پر نظام قائم کیا، جب 1917 میں کمیونسٹ کی کامیابی کے بعد روسی شاہی نظام ختم ہو گیا۔ کمیونسٹوں نے طاقت کے بل بوتے دیگر اقوام اور ممالک پر غلبہ حاصل کیا۔ چناں چہ سوویت یونین کی شکل میں ایک بڑی طاقت ور حکومت سامنے آئی۔

کمیونسٹ مکتب فکر کی اہم اور مشہور شخصیات حسب ذیل ہیں:

1) کارل مارکس: مشہور یہودی حاخام مردخائی مارکس کے پوتے تھے۔ ان کی پیدائش 1818 اور وفات 1883 میں ہوئی تھی۔

2) فریڈرک اینگلز: 1820 میں پیدا ہوئے اور 1895 میں وفات پائی۔ اینگلز کیمونزم کے قیام اور اشاعت میں مارکس کے ساتھی تھے۔ مارکس کی زندگی کے آخر تک ان کے اور ان کے خاندان کے مصارف ادا کرتے رہے۔

3) لینن: ان کا اصل نام ولادی میر ایلچ یولیانوف تھا۔ 1870 میں پیدا ہوئے اور 1924 میں وفات پائی۔ لینن نے کمیونزم کو نظریے سے عملی نفاذ کا رخ دیا۔ سوویت یونین کی حکومت قائم کی۔

4) اسٹالن: ان اک اصل نام جوزف وادیونوبچ تھا۔ ان کی پیدائش 1879 کی ہے۔ اور 1954 میں وفات پائی۔ جوزف اسٹالن کیمونسٹ تنظیم کے سیکرٹری اور لینن کے بعد سوویت یونین کے سربراہ بنے۔ اسٹالن شقاوت، ظلم، استبداد، ڈکٹیٹر شپ اور اپنے مخالفین کی ہلاکت اور جلاوطنی میں مشہور تھے۔

5) ٹروٹسکی: ان کا اصل نام بروشٹائن تھا۔ مارکس اور لینن کی طرح یہودی الاصل تھے۔ ان کی پیدائش 1878 کی ہے۔ 1954 میں سٹالن کو سازش سے ہلاک کیا گیا۔ انھیں کیمونسٹ تنظیم کے بیرونی امور کا ذمہ دار متعین کیا گیا تھا۔ بعد ازاں انتظامی امور کا ذمہ دار متعین کر دیا گیا۔ بعد میں تنظیم مخالف معاملات میں ملوث ہونے کا الزام لگا کر تنظیم سے نکال دیا گیا۔

کیمونزم طاقت کے استعمال، وسیع تر اور مؤثر دعوت اور دنیا میں کیپٹل ازم کے مقابلے میں رد عمل کے طور پر بہت کم سالوں میں دنیا بھر کے ممالک میں پھیل گیا۔ سوویت یونین، چین، چیکوسلواکیا، بلغاریہ، مشرقی جرمنی، یوگوسلاویہ، پولینڈ، رومانیہ، البانیہ، ہنگری اور کیوبا میں کیمونزم فلسفے اور حکومت کی صورت قائم ہوا۔ اسلامی دنیا اور دیگر ممالک میں بھی جماعتوں اور مارکس ازم کے حامیوں کی حکومتیں قائم رہی ہیں۔ کیمونزم کے بنیادی عقائد اور افکار حسب ذیل ہیں:

1. مادیات پر ایمان اور غیبیات سے انکار۔
2. انسانی تاریخ کی صرف اور صرف مادے کی بنیادی پر تشریح۔
3. دین اور دین داری کا خاتمہ اور الحاد و اباحیت کا پھیلاؤ۔

4. ذاتی املاک کا خاتمہ۔

5. خاندانی نظام کا خاتمہ۔

6. اخلاقیات کا خاتمہ اور اس نام سے قائم ان تمام رکاوٹوں کا خاتمہ، جو انسان اور لذتوں کے درمیان حائل ہیں۔

کمیونسٹوں نے دنیا میں سو ملین سے زیادہ افراد کو ہلاک کیا۔ جن میں سے چالیس ملین سے زیادہ صرف مسلمان تھے۔ جو کریمیا، قفقاز، وسطی ایشیاء، مشرقی ترکستان یا موجودہ چین (سنکیانگ)، البانیہ، مصر، عراق، شام، انڈونیشیا، افغانستان اور دیگر ممالک کے باشندے تھے۔ کمیونسٹوں نے دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگ میں درج ذیل پالیسیوں کا استعمال کیا۔

a) عارضی دوراندیے کے لیے اور محض دکھلاوے کے طور پر اسلام کے مقابلے میں نرم مؤقف اختیار کرنا، تاکہ ان کی کمزوری کے مرحلے پر مسلمان ان کے خلاف مشتعل نہ ہو جائیں۔

b) اسلام کے علماء اور دین دار رہنماؤں کو بدنام کرنا، انہیں استعمار اور صہیونیت ازم کا مزدور قرار دینا۔

c) اپنے تسلط کے علاقوں میں تمام مراحل کے نصاب میں کمیونزم کے عقائد کو لازمی قرار دینا۔

d) اسلامی تحریکوں کے قیام میں رکاوٹیں ڈالنا۔ موجودہ اسلام پسندوں کو انتہائی بے رحمی سے ختم کرنا۔ انہیں ہجرت پر مجبور کرنا اور لوگوں کو ان سے متنفر کرنا۔

e) الحاد کے حامی مصنفین اور مفکرین کو بیان اور اظہار کی تمام آزادیاں مہیا کرنا۔ ان کے ذریعے نئی نسلوں کو تلقین کرنا کہ اسلام اب مزید ماننے یا عمل کرنے کے قابل نہیں رہا۔ یہ کہ مسلمان اب اسلام کے احکام اور عقائد کو تسلیم کرنے کے بجائے اپنی عقل سے کام لیں۔

f) مسلمان اقوام کے درمیان ہر طرح کے اسلامی تعلق کا خاتمہ۔ اس کی جگہ اقوام کے درمیان کمیونزم کا تعلق مضبوط بنانا۔

g) مسلمان اکثریتی علاقوں میں مساجد اور دینی مدارس و مراکز کی بندش۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرے کے ذہنوں اور دلوں میں کہانیوں، ناولز، ڈرامے، لیکچرز، سیمینارز، کتابوں، جرائد اور دیگر نشریات کے ذریعے عقائد کا بگاڑ پیدا کرنا۔ اسلامی معتقدات کو ختم کرنا۔

h) سائنس اور اس کے انکشافات کو دین کے مقابلے میں کھڑا کرنا۔ لوگوں کو یہ تلقین کرنا کہ سائنسی دریافتیں، حقائق اور دینی معتقدات خرافات ہیں۔

i) اسلامی نصوص کو اپنی اصل روح اور معنی سے خالی کرنا اور اس کی جگہ کمیونزم کی روح اور معنی ڈالنا۔

j) مسلمانوں کو اجتماعی طور پر ختم کرنا اور یا اپنے علاقوں سے طاقت کے زور پر نکال دینا۔ منتشر طور پر ایسے علاقوں میں رہنے پر مجبور کرنا جہاں وہ اپنی دینی اور قومی حیثیت و طاقت سے محروم ہوں۔ تاکہ کچھ عرصہ بعد دیگر اقوام میں جذب ہو کر رہ جائیں۔

k) دینی علماء کا قتل یا انہیں سخت کاموں میں مصروف کرنا۔

l) شرعی عدالتوں اور قوانین کا خاتمہ۔ لوگوں کو کمیونسٹ عدالتوں میں جانے پر مجبور کرنا۔

m) جسمانی تکالیف کے مختلف طریقے آزمانا۔ جیسے سروں میں کیل ٹھونکنا۔ بندوق پر نشانہ صحیح کرنے کے لیے ہدف کے طور پر انسانوں کو رکھنا۔ قیدیوں کو موت تک زیرزمین رکھنا۔ برقی آلات کے ذریعے اذیتیں دینا۔ دو مختلف الجہت گاڑیوں سے باندھ کر ان کے جوڑوں کو الگ الگ کرنا۔ ناخن نکالنا۔ جسم کا گوشت نوچنا۔ سخت سردی اور برف باری میں برہنہ رکھنا۔ قیدیوں کے منہ، ناک اور آنکھوں میں کیمیائی مواد ڈالنا اور روحانی اور جسمانی تکالیف سے دوچار کرنا۔

کمیونسٹوں نے خدا، پیغمبر اور دین کو معاشرے کا افیون قرار دیا۔ غیبیات کا انکار کیا۔ کمیونزم کی یہودیت کے علاوہ تمام ادیان سے دشمنی رہی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ علماء اور دینی طبقہ اس افیون سے لوگوں کو بے حس بناتا اور اپنے تابع کرتا ہے۔ کمیونزم نے انسان کی پیدائش کے حوالے سے ڈارون کا نظریہ تسلیم کیا تھا۔ جس کے مطابق انسان اللہ تعالی کی مخلوق نہیں، بلکہ وہ روز اول میں ایک جرثومے کی شکل میں تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ کیڑے مکوڑوں کی شکل اختیار کر لی اور ساحل پر آگیا۔ اس جرثومے نے بعد میں ایک اور حیوان کی شکل اختیار کر لی۔ اس حیوان نے بعد میں بہت سے مراحل سے گزر کر بندر کی شکل اختیار کر لی۔ بعد میں تکمیل کے مرحل میں پہنچ کر اس نے بندر کی شکل اختیار کر لی۔ بعد ازاں چمپینزی کی شکل اختیار کرلی۔ چمپینزی بندروں کی ایک قسم ہے۔ اس کی حرکتیں انسانوں سے ملتی جلتی

ہیں۔ بعد ازاں اس کی دم اور بال غائب ہو گئے اور ان سے حالیہ زمانے کا انسان بن گیا۔

یورپین فلاسفر چارلس ڈارون کا اس نظریے سے مقصد یہ تھا کہ لوگ خود کو اللہ تعالی کی مخلوق نہ سمجھیں۔ وہ خود کو آدم و حوا کی اولاد نہ سمجھیں۔ حالانکہ تمام ادیان کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالی کی جانب سے پیدا کیے گئے پہلے انسان ہیں۔ اُنہی سے حوا کی تخلیق کی گئی۔ پھر ان سے انسانوں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ڈاروین کا یہ نظریہ بعد میں کارل مارکس، اینگلز اور لینن کی جانب سے مشہور کر کے اسے عام کیا گیا۔ حیت کہ یہ نظریہ تعلیمی نصابوں کا حصہ بن کر ایک تسلیم شدہ عقیدے کے طور پر اسکول کالج میں پڑھایا جاتا تھا۔ مارکس اور اینگلز کے بعد فراڈرک نیچہ (1844 تا 1900) کے نام سے ایک اور جرمن فلاسفر آئے۔ انہوں نے تمام ادیان سے انکار کا فلسفہ پیش کر کے یہ نظریہ دیا کہ نعوذ باللہ 'الہ' مر گئے ہیں۔ اب انسان خود 'الہ' ہے۔ اگرچہ نیچہ کی اس بات کا مقصد تب یہ نہیں تھا کہ دنیا اور کائنات کا خالق مر گیا ہے، بلکہ تب ان کا مقصد یورپ کے اُن میٹا فیزیکل (ماوراء الطبعیات) اعتقادات، جنہیں یورپ دین اور الہ کی جانب منسوب کر رہا تھا، پر تنقید کرنا تھا۔ مگر کیمونسٹوں نے ان کے نظریے کا یہ مطلب لیا کہ گویا انسان نے سمندر، پہاڑ اور زمین کی تسخیر کے بعد فضا بھی مسخر کر لی ہے۔ یہ اپنی عقل کی پختگی کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اب انسان کو کسی دوسرے الہ کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ خود مرتبہ الوہیت تک پہنچ چکا ہے۔ جو عقلی کمال کو پہنچ چکا ہو اور خود الہ ہو، اسے کسی پیغمبر کی ضرورت رہتی ہے اور نہ کسی آسمانی کتاب کی ضرورت ہے۔ معاذ اللہ

اسی طرح یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ انسانوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ موجودہ زمانے کے انسانوں اور اس زمانے کے انسانوں کے درمیان اتنا فرق ہو گا، جتنا کہ موجودہ دور کے انسان اور کل کے بندر کے درمیان تھا۔ اس طرح کے انسان کو انہوں نے سپر مین Super Man کہا۔ جسے آج مغرب ایک تصور کے طور پر تسلیم کرتا اور اس حوالے سے طرح طرح کی خیالی فلمیں بناتا ہے۔ کیمونسٹ انسانوں کے درمیان تین چیزوں زر، طاقت اور عورت کو مشترک اشیاء سمجھتے تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ کوئی بھی ذاتی طور پر ان چیزوں کا تنہا مالک نہیں بن سکتا۔ اگرچہ بعد میں کیمونسٹوں نے عملی لحاظ سے ان نظریات میں بہت حد تک ترمیم کر لی۔ کیمونسٹوں نے اس نظریے کی تطبیق کے لیے معاشرے کے تمام طبقات کے درمیان مساوات لانے کے لیے طبقاتی جنگ کو لازمی قرار دیا۔ مزدور انقلاب کے نام پر معاشرے کے بااثر طبقات، جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور روحانی شخصیات کے خلاف جنگ شروع کی گئی۔ ہر جگہ یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ 'دنیا بھر کے مزدورو! ایک ہو جاؤ!' وہ چاہتے تھے کہ کمزور اور نچلا طبقہ اٹھے اور قبائلی طاقت ور افراد، ملا اور محراب، قرآن اور پیغمبر اور تمام تر الہی اصولوں کو مٹا ڈالیں۔ پھر اسی مزدور انقلاب کے نام سے مزدوروں کا ایک ایسا نظام قائم ہو جائے، جو ہر چیز پر حاکم ہو۔ ان کی حکومت سب کچھ عوام میں برابر طریقے سے تقسیم کرے۔ اب مزید نہ جاگیرداروں کی جاگیر رہے گی نہ غریب غریب رہے گا۔ یہ لوگ وہ اللہ تعالی کی اس تقسیم کے منکر ہیں:

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ۔ (الزخرف: 32)

بھلا کیا یہ لوگ ہیں، جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے؟ دنیوی زندگی میں ان کی روزی کے زرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں۔ اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تمہارے پرودگار کی رحمت تو اُس (دولت) سے کہیں بہتر ہے، جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

کیمونسٹوں کا کہنا تھا کہ تاریخ میں جتنی بھی جنگیں ہوئی ہیں، ان میں حق اور باطل کچھ بھی نہیں تھا۔ سب مادیات کے حصول کے لیے ہوئی ہیں۔ پیغمبروں نے اگر پیغمبری کا دعوی کیا ہے تو وہ بھی صرف اس لیے کہ لوگوں میں اپنی حیثیت اونچی کریں۔ ان کی دولت پر قبضہ کریں۔ اقوام پر اپنی حاکیت قائم کریں۔ کفر اور اسلام کا موضوع اہم تھا اور نہ حق پرستوں اور باطل پرستوں کا حوالہ، بلکہ سب کچھ مادہ پرستی کی بنا پر سامنے آیا ہے۔

کیمونسٹوں نے تاریخ کی یہ تفسیر اس لیے کی کہ دنیا میں سب سے قیمتی چیز ان کے ہاں مادہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اس کا ہی تحفظ کیا جائے۔ کیمونسٹوں کے ہاں کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ وہ سب کچھ حلال سمجھتے تھے۔ یہ اس لیے کہ حرام کا تصور ان کے ہاں زندگی سے لطف اندوز ہونے کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ اسی لیے کیموزم کو اباحیت کہا جاتا ہے۔ یعنی اس میں سب کچھ مباح ہے۔

سید شریف

طالبان کی عدالتی سرگرمیاں

امارت اسلامیہ کے سنہری دور حکومت میں شرعی قوانین نافذ۔ امن قائم اور عوام خوش حال تھے۔ لوگ چوری، تعصب، فساد، کرپشن، سود اور رشوت جیسے جرائم کے نام بھول گئے تھے۔ اسلامی حکومت کے ماتحت لوگوں کی جان، مال، عزت اور حقوق مثالی طور پر محفوظ تھے۔ تاہم امریکی جارحیت کے بعد ملک پر جرائم پیشہ عناصر کو مسلط کرنے کے بعد کرپشن، بدامنی اور مختلف قسم کے جرائم کی وجہ سے افغانستان دنیا بھر میں بدنام ہوا۔ تاہم مجاہدین کی فتوحات کے بعد ملک کے نصف سے زائد حصے پر امارت اسلامیہ کا کنڑول دوبارہ قائم ہوا۔ ان علاقوں میں اب ایک بار پھر مثالی امن قائم اور انصاف کا بول بالا ہے۔

اٹھارہ برس سے جاری جنگ کی وجہ سے عوام شدید مشکلات اور مصائب کا شکار ہیں۔ نہتے شہریوں کے قتل عام، قید، تشدد، تعصب، غصب، چوری، اغوا برائے تاوان، اخلاقی اور مالی کرپشن، سود اور رشوت جیسے سنگین جرائم کا کھلے عام ارتکاب کیا جاتا ہے۔ غربت اور منشیات کے عادی افراد کی تعداد میں حیرت انگیز طور اضافہ ہوا ہے۔ جن علاقوں پر مجاہدین کا کنڑول ہے۔ وہاں امن قائم ہے۔ لوگ امارت اسلامیہ کی شرعی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ جب کہ کابل انتظامیہ کے زیر کنڑول علاقوں کے لوگ بھی شرعی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ بڑے شہروں سے لوگ آتے ہیں اور امارت اسلامیہ کی عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ اپنے مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ کابل انتظامیہ کی ماتحت عدالتوں اور ججوں کی بدعنوانی کا مغربی حکام بھی اعتراف کرتے ہیں۔ نیویارک ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکا نے کابل انتظامیہ کی عدالتوں کے قیام پر ایک ارب ڈالر خرچ کیے۔ ججوں اور پراسیکیوٹرز کی تربیت کے لیے مختلف کورسز کا انعقاد کیا گیا۔ نتیجۃً کرپشن میں مزید اضافہ ہوا۔ ملک کے بدترین کرپٹ اداروں میں عدالتیں سرِفہرست ہیں۔ کابل انتظامیہ بھی یہ بات تسلیم کرتی ہے کہ سرکاری عدالتوں پر عوام کا اعتماد ختم ہوا ہے۔ ملک بھر میں عوام سرکاری عدالتوں کے بجائے امارت اسلامیہ کے زیرانتظام شرعی عدالتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

عام لوگ کیوں کابل انتظامیہ کے ماتحت عدالتوں کے بجائے امارت اسلامیہ کی شرعی عدالتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ لوگ یہ جواب دیتے ہیں کہ کابل انتظامیہ کی عدالتوں میں سالوں تک ان کے کیسز چلتے ہیں اور ہزاروں کیسز زیر التواء ہیں۔ وہ مختلف عدالتوں کا چکر لگا کر تھک جاتے ہیں اور مختلف ججوں کو رشوت بھی دیتے ہیں اس کے باوجود ان کے کیسز پر فیصلے نہیں ہوتے بلکہ زیر التواء پڑے رہتے ہیں اس کے مقابلے میں امارت اسلامیہ کی شرعی عدالتوں میں جب کیسز لے جاتے ہیں تو رشوت کے بغیر فوری طور ان کے کیسز پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔

افغان عوام اسلامی حکومت کے قیام کے لیے پیاسے ہیں۔ ان کے دلوں میں سب سے بڑا ارمان اسلامی حکومت کا قیام ہے۔ شرعی عدالتوں میں فوری انصاف مہیا کیا جاتا ہے۔ مستحق کو حق ملتا ہے۔ قانون' طاقت ور اور کمزور دونوں کے لیے یکساں ہے۔

سید سعید

جنگی جرائم (فروری)

6فروری 2019 کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلگہ کے علاقے رشید اور تازک خیل پر قابض فوج اور اجرتی فورسز نے چھاپہ مارا۔ اس میں مقامی لوگوں کے مکانات اور ایک مدرسے کو مسمار کر دیا گیا۔ مدرسے کے مہتمم مولوی عبدالرحمن سمیت چار افراد کو حراست میں لے لیا گیا۔ اسی دن ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ کے علاقے شابان میں حملہ آوروں کے ڈرون حملے میں تین مسافر شہید ہوگئے۔ جب کہ ضلع گریشک کے علاقے شورکی پر حملہ آوروں اور افغان فورسز کے چھاپے میں چار افراد شہید اور دو زخمی ہوگئے۔ اسی دن صوبہ ننگرہار کے ضلع لعل پوری کے علاقے چکنور اور رحمت میں جارحیت پسندوں اور افغان فورسز کی مشترکہ کارروائی کے دوران چار افراد شہید اور ایک خاتون زخمی ہو گئیں۔

8فروری کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے علاقے سروان قلعہ، یوزکی، خانان اور گاؤں بارکزئی پر قابض فوج اور افغان اہل کاروں نے چھاپہ مارنے کے بعد بمباری کی، جس میں ایک خاندان کے پانچ مرد، گیارہ خواتین اور بچے شہید ہوگئے۔ پندرہ خواتین اور بچے زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ دشمن نے ایک مسجد، تین مکان، دو دکانوں اور آٹھ گاڑیوں کو جلا دیا۔ جب کہ ضلع گرمسیر کے علاقے دیوالا میں قابض امریکی فوج کے ڈرون حملے میں ایک گھر تباہ اور اس میں ایک خاتون شہید اور ایک بچہ زخمی ہوگیا۔ اسی دن خوست کے ضلع صبریو کے مضافات میں حملہ آوروں اور افغان فورسز کے چھاپے کے دوران چھ افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔

9فروری کو صوبہ لوگر کے ضلع ازرہ کے علاقے تنگ میں قابض فوج اور اجرتی فورسز نے ایک کارروائی کے دوران ایک ڈاکٹر کو شہید اور دو افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ کنڑ کے ضلع منورہ کے علاقے پتاؤ پر قابض فوج اور اجرتی فورسز کے چھاپے دوران تین افراد شہید ہوگئے۔ اسی طرح صوبہ لوگر میں پولیس اہل کاروں نے اسکول کے ایک استاد 'نورالدین ستانکزئی' کو شہید کر دیا۔

13فروری کو فراہ کے ضلع خاک سفید کے علاقے رنج میں پولیس اہل کاروں نے غیر سرکاری تنظیم ایم آر سی کے زیر انتظام ایک کلینک پر چھاپہ مارا۔ ایک ڈاکٹر احمد اور پولیو ورکر غوث الدین کو گرفتار کر لیا۔ اس سے اگلے دن فاریاب کے ضلع تگاب کے علاقے تاش قلعہ میں فورسز کی فائرنگ سے دو افراد شہید ہوگئے۔ اسی طرح 18فروری کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے بدراب میں قابض فوج اور اجرتی فورسز نے ایک قدیم مدرسے اور صوفی میاں گل جان آغا کی خانقاہ خیر المدارس کو جلا دیا۔ اس مدرسے کی بنیاد سو سال پہلے رکھی گئی تھی۔ ہزاروں طلبا نے اس مدرسے سے علم حاصل کیا تھا۔ اسی طرح ننگرہار کے ضلع خوگیانو کے علاقے ٹٹنگ میاگان پر جارحیت پسندوں اور اجرتی فورسز کے چھاپے کے دوران آٹھ افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔

22فروری کو جارحیت پسندوں اور افغان فورسز نے میدان وردگ کے ضلع جلگہ میں شرتوغی، چتو، درانی اور بابک نامی دیہاتوں پر چھاپہ مارا اور اس کے بعد علاقے پر شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں شرتوغی میں ایک شخص کا گھر مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔ اس میں نو افراد شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک مسجد اور اس میں پانچ نمازی شہید اور متعدد افراد زخمی ہوگئے۔ کلی درانی میں بھی ایک شخص شہید اور اس کا گھر تباہ ہوا۔ کلی بابک میں بھی ایک مدرسہ مسمار کر کے اس کے چوکیدار کو شہید کر دیا گیا۔

23فروری کو پکتیا کے ضلع جانی خیل کے گاؤں بل خیل میں قابض فوج کے چھاپے کے دوران تین شہری شہید اور متعدد افراد زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ قابض اہل کاروں نے مکانات کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا۔

25 فروری کو غزنی کے ضلع گیلان میں قابض فوج نے ایک کلینک پر حملہ کیا، جس میں ڈاکٹر صدیق اللہ مسلم کو شہید کر کے ان کے کلینک کو تباہ کر دیا گیا۔ اس سے اگلے دن میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ سرپل کے ضلع سنگچارک کے مضافات میں افغان فورسز کی بمباری اور گولہ باری کے نتیجے میں مقامی لوگوں کے تیس مکانات تباہ اور سو سے زائد خاندان نقل مکانی پر مجبور ہوئے ہیں۔ جب کہ غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے مہمان اور گبرو پر قابض امریکی فوج کے ڈرون حملے میں دو شہری شہید اور دو افراد زخمی ہوگئے۔ اسی طرح میدان وردگ کے ضلع چک کے گردن مسجد درہ میں قابض فوج اور افغان اہل کاروں نے دو دیہاتوں 'کوٹ مغل اور بیابان' پر چھاپہ مارا۔ گھروں کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیے اور آخر میں دو افراد ہجرت اللہ اور ولی اللہ کو شہید اور ایک شخص کو زخمی کر دیا گیا۔ 27فروری کو صوبہ خوست کے ضلع صبریو کے علاقے عقبی اور لیکڑی میں قابض فوج کے ڈرون حملوں کے نتیجے میں چار شہری شہید اور متعدد افراد زخمی ہوگئے۔ جب کہ فاریاب کے ضلع پشتون کوٹ کے علاقے عرب اقسای میں فورسز کی گولہ باری کے نتیجے میں ایک شخص شہید اور دو افراد زخمی ہوگئے۔ اسی طرح صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے علاقے برکی میں پولیس اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک عورت سمیت دو افراد زخمی ہوگئے۔

'بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر سائٹس

احمد فارسی

افغانستان فروری 2019 میں

نوٹ: یہ تحریر صرف ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے، جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔

ماہِ فروری شدید سردی اور برف باری کے باوجود سیاسی اور فوجی لحاظ سے عظیم کامیابیوں کے ساتھ گزرا ہے۔ فوجی کارروائیوں کے علاوہ ایک ضلع بھی مجاہدین کے کنٹرول میں آیا۔ جب کہ سیاسی لحاظ سے ماسکو میں بین الافغانی کانفرنس منعقد ہوئی۔ قطر میں امریکا کے ساتھ مذاکرات ہوئے۔ ان تمام واقعات کی مختصر تفصیل ذیلی سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

قابض فوج کا نقصان:

مجاہدین نے 10 فروری کو صوبہ اروزگان میں قابض امریکی اہل کاروں پر شدید حملے کیے، جن کے نتیجے میں 12 فوجی ہلاک ہوگئے۔ 18 فروری کو صوبہ فراہ کے ضلع پشتون کوٹ میں ایک ڈرون طیارہ مار گرایا گیا۔

اجرتی فوج کی ہلاکتیں:

افغان اجرتی فورسز کی ہلاکتوں کی شرح حسبِ سابق بلند رہی۔

2 فروری کو ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں داعش کی مدد کے لیے آئے ہوئے درجنوں فوجی کمانڈوز ہلاک ہوگئے۔

3 فروری کو صوبہ سرپل کے ضلع گوسفندی کے نائب گورنر مارے گئے۔

9 فروری کو میدان وردگ کے پولیس سربراہ کابل میں قاتلانہ حملے میں ہلاک ہوگئے۔

10 فروری کو قندھار کے ضلع پنجوائی میں ایک ظالم کمانڈر مارا گیا۔

16 فروری کو قندھار میں دو کمانڈر مارے گئے۔ اگلے روز صوبہ پروان میں ایک جج نشانہ بن گیا۔ اس کے علاوہ سیکڑوں فوجی، پولیس اور لیویز اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

دشمن کی طرف سے شہری ہلاکتیں:

قابض فوج اور کٹھ پتلی فورسز کی جانب سے شہریوں کو نشانہ بنانے کا سلسلہ جاری ہے۔ 9 فروری کو قابض امریکی فوج نے ہلمند کے ضلع سنگین میں ایک گاؤں پر بمباری کی، جس میں 30 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ اسی روز لوگر میں ایک اسکول پر حملہ کیا گیا، جس میں ایک استاد شہید ہوگئے۔ 19 فروری کو قابض امریکی فوج اور افغان اہل کاروں نے کاپیسا کے ضلع تگاب میں ایک تاریخی دینی مدرسہ جلا دیا۔ 23 فروری کو غزنی میں ایک مدرسے اور مقامی آبادی پر بمباری کی گئی، جس میں 20 شہری شہید ہوگئے۔ 27 فروری کو سرپل کے ضلع سنچارک میں دشمن نے متعدد مکانوں کو بارودی مواد سے اڑا دیا۔ اس کے علاوہ مزید تفصیلات امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

آپریشن الخندق:

شدید سرد موسم اور برف باری سے مجاہدین کی کارروائیاں متاثر نہیں ہوئیں۔ مجاہدین نے اس ماہ مختلف علاقوں میں شدید حملے کیے، جن کی چند مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

مجاہدین نے 10 فروری کو سرپل کے ضلع صیاد میں دشمن کی تین چوکیاں

فتح کر کے بھاری مقدار میں اسلحہ ضبط کر لیا۔ اگلے روز مجاہدین نے صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں دشمن کا ایک فوجی اڈہ فتح کرنے کا اعلان کیا۔ مجاہدین نے 22 فروری کو قندھار کے تاریخی ضلع معروف پر امارت اسلامیہ کا سفید پرچم لہرا دیا۔ 28 فروری کو صوبہ بلخ کے ضلع چہار بولک میں تین چوکیاں فتح ہوئیں۔

طالبان امریکا مذاکرات:

امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان فروری میں بھی مذاکرات جاری رہے۔ امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے ترجمان نے 2 فروری کو اعلان کیا کہ امریکا کے ساتھ بنیادی امور پر اتفاق ہوا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے 4 فروری کو افغانستان سے امریکی فوج کے انخلا کے اعلان کا اعادہ کیا۔ اگلے روز ماسکو میں کانفرنس ہوئی، جس میں افغان سیاست دانوں کے علاوہ امارت اسلامیہ کے وفد نے بھی شرکت کی اور امارت کا موقف بیان کیا۔ سیاسی دفتر کے ڈپٹی سربراہ نے اس کانفرنس کے موقع پر میڈیا کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امریکا نے وعدہ کیا ہے کہ اپریل تک افغانستان سے نصف امریکی فوج کا انخلا مکمل کر لیا جائے گا۔

امارت اسلامیہ کے وفد نے 25 فروری کو قطر کے دارالحکومت دوحا میں امریکا کے ساتھ مذاکرات کا چھٹا دور شروع کیا، جو 16 روز جاری رہا۔ ان مذاکرات میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے سربراہ ملا برادر اخوند نے بھی شرکت کی۔ اس میں امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے تمام ارکان شریک تھے۔ فریقین نے افغان تنازع کے پرامن حل پر اتفاق کیا اور ابتدائی طور پر دو اہم نکات پر ایک مسودہ تیار کیا۔ جس کے مطابق انسدادِ دہشت گردی اور امریکی فوج کے انخلا پر اتفاق ہوا۔ توقع ہے اگلے مرحلے میں فریقین ایک مسودے پر دستخط بھی کریں گے اور مسودے پر باقاعدہ عمل درآمد شروع ہو جائے گا۔

ان مذاکرات کے بعد عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ امریکا طالبان کے ساتھ تعمیری مذاکرات کے بعد انخلا کا عمل شروع کرے گا۔ جس سے ملک میں دیرپا امن واپس لوٹ آئے گا۔ تاہم کابل انتظامیہ کی جانب سے امن مذاکرات کی راہ میں رخنہ ڈالنے کی کوششیں بھی عروج پر ہیں۔ اس سلسلے میں اشرف غنی، حمد اللہ محب اور امر اللہ صالح نے بڑی وضاحت کے ساتھ امن کوششوں کی مخالفت کی ہے۔ حتیٰ کہ حمد اللہ محب نے زلمے خلیل زاد پر الزام لگایا کہ 'وہ امن کے نام پر طالبان کے ساتھ ڈیل کر رہے ہیں،' جس پر امریکا نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔

دشمنی اور حقیقی غلامی:

انڈیپنڈنٹ اخبار کی 2 فروری کی اشاعت کے مطابق اشرف غنی نے پاکستان کے دورے کے موقع پر 'جی ایچ کیو' میں اعلیٰ فوجی حکام کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ 'ہم پاکستان کے مطالبے پر افغان خفیہ ادارے کے متعدد حکام کو اُن کے عہدوں سے برطرف کر دیں گے۔'

چناں چہ اشرف غنی نے افغانستان واپس لوٹنے پر متعدد اعلیٰ افسران کو برطرف کر دیا۔ جب کہ کابل انتظامیہ نے ہمیشہ مجاہدین پر الزام لگایا ہے کہ 'وہ پاکستان کے حمایت یافتہ ہیں۔' جب کہ خود کے بارے میں افغان عوام کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ (کابل حکام) پاکستان کے شدید مخالف ہیں۔ 'مجاہدین نے عملی طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ 'وہ ہر ملک کی مداخلت اور حمایت سے آزاد اور خودمختار ہیں۔'

انہوں نے حالیہ امن مذاکرات میں اپنے عمل سے ثابت کیا ہے کہ وہ اپنے اصولی موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ وہ کسی کے دباؤ میں نہیں آئیں گے۔ وہ اپنے اصولوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ وہ اسلامی اقدار اور افغان روایات کو مدنظر رکھتے ہیں۔ وہ ان معاملات پر سمجھوتہ کریں گے اور نہ ہی کسی کی ڈکٹیشن قبول کریں گے۔

ماہ فروری 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کی ہلاکتیں	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	100				136	41	60	1	0	
-2	ہلمند	176				155	317	37	7	12	
-3	زابل	19				67	26	8	1	4	
-4	روزگان	8		12		31	2	2	0	0	
-5	ہرات	17		2		31	29	7	2	6	
-6	فراہ	40				72	45	25	2	9	
-7	بادغیس	25				56	37	1	3	16	
-8	نیمروز	3				5	6	1	0	0	
-9	غور	0									
-10	فاریاب	37				63	54	14	1	9	
-11	کونڑ	18				6	8	0	0	0	
-12	نورستان	3				1	2	0	0	0	
-13	غزنی	17				57	34	12	0	0	
-14	خوست	15				9	12	2	0	0	
-15	میدان وردگ	6				9	3	0	0	0	
-16	لوگر	8				9	6	1	0	1	
-17	کاپیسا	14				20	10	0	0	0	
-18	پکتیا	20				26	15	0	1	0	
-19	پکتیکا	0									
-20	ننگرہار	26				40	52	5	0	0	
-21	لغمان	22				28	21	3	0	0	
-22	کابل	6				4	7	1	0	0	
-23	پروان	10				16	3	2	1	0	
-24	قندوز	7				34	9	1	0	0	
-25	بغلان	9				20	12	1	0	0	
-26	تخار	13				32	41	9	0	0	
-27	سمنگان	1				19	7	0	0	0	
-28	بدخشان	0									
-29	جوزجان	2				1	5	0	0	0	
-30	بلخ	12				25	23	6	2	2	
-31	بامیان	0									
-32	سرپل	13				28	23	5	4	3	
-33	دای کنڈی	2				1	3	0	0	0	
-34	پنجشیر	0									
مجموعہ		649		14		1001	853	203	25	62	

غنائم

SHARIAT Monthly Islamic Magazine
7th Year March 2019

جہاد ہی وہ ذریعہ ہے، جس سے مسلمانوں کی لُوٹی ہوئی دولت واپس حاصل کی جاتی ہے۔